تیری محبت کا طلبگار

مصباح تارڑ

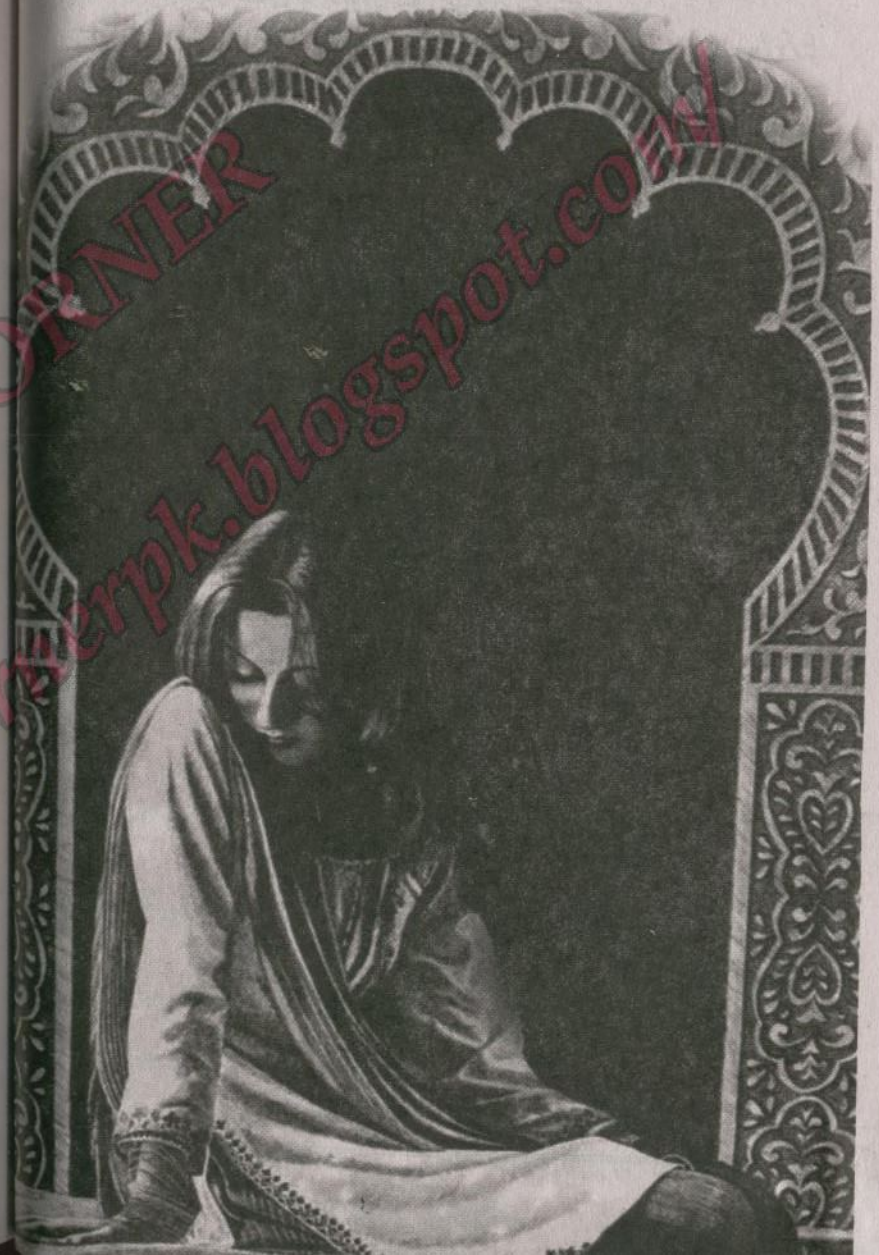

وہ کالج سے لوٹی تو پورچ میں رومان لالہ کی گاڑی دیکھ کر اس کا دل خوشی سے جھوم اٹھا تھا کہ منال آپی بھی آئی ہوں گی، خوشی سے سرشار وہ اندر کی طرف بڑھی جب اندر سے آتے وجود سے بری طرح ٹکرا گئی اس کے ہاتھ میں پکڑی فائل اور کتابیں اِدھر اُدھر جا گریں تھیں۔

ہم آئے ان کے گھر میں خدا کی قدرت کبھی ہم ان کو کبھی ان کے گھر کو دیکھتے ہیں

اس نے گھور کر ٹکرانے والے کو دیکھا تھا مگر وہ اس کی گھوری کی پرواہ کیے بغیر شعر کو اپنی مرضی سے توڑتے مروڑتے ایک جذب کے عالم میں بولا تھا۔

''شٹ اپ میں تمہارے منہ نہیں لگنا چاہتی انڈر سٹینڈ۔'' اس نے غصے سے جلتے کڑھتے کہا مگر مقابل پہ کوئی اثر ہی نہیں ہوا تھا، اتنی عزت افزائی کے باوجود وہ آنکھوں میں محبت کا ایک جہان سجائے ہونٹوں پہ دھیمی سی مسکراہٹ لئے اس کی سمت ہی دیکھ رہا تھا ایک نفرت بھری نگاہ اس پہ ڈالنے کے بعد وہ نیچے جھک کر فائل اور بکس اٹھانے لگی تھی جب زیان کی آواز اس کو اپنے کان کے بہت قریب سنائی دی تھی۔

''حالانکہ میں اس دن کا شدت سے منتظر ہوں جس دن یہ حسین حادثہ ہوگا۔'' اس کی بات کا مفہوم سمجھ میں آتے ہی سجل نے جھٹکے سے سر اٹھایا تھا اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ میں پکڑی کتابیں سامنے کھڑے شخص کے منہ پر دے مارتی وہ اپنی بات مکمل کر کے یہ جا وہ جا، کیونکہ اتنا تو وہ بھی جانتا ہی تھا کہ اب یہاں کھڑے رہنا اس کی سلامتی کے لئے بہت بڑا خطرہ تھا، دل ہی دل میں اسے ڈھیروں گالیوں سے نوازتی وہ اندر چلی آئی اس کا موڈ انتہائی خراب ہو چکا تھا۔

''آپ نے آنا ہوتا ہے تو اپنے ہزبینڈ یا

مکمل ناول

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

ڈرائیور کے ساتھ آیا کریں ہر بار اس دم چھلے کو ساتھ لانا ضروری ہوتا ہے کیا؟'' منال آپی سے گلے ملتے اس نے خاصے برہم انداز میں کہا تو اس کی بات سمجھ کر جہاں آپی کے حلق سے بے ساختہ قہقہہ بلند ہوا تھا وہیں کچھ فاصلے پر بیٹھی مما نے اسے بری طرح ٹوک دیا تھا۔

''سجل سوچ سمجھ کر بولا کرو، بڑا ہے وہ تم سے۔'' یوں سب کے سامنے اس کا زیان کو دم چھلا کہنا مما سے ہضم نہ ہوا تھا تبھی انتہائی سخت لہجے میں کہا تھا جس پہ سجل آفریدی اندر ہی اندر بل کھا کے رہ گئی تھی وہ اپنا بیگ اٹھا کر غصے سے اپنے کمرے میں چلی آئی تو اس کی ناراضگی کو محسوس کر کے آپی بھی اس کے پیچھے ہی آ گئی تھیں وہ جانتی تھیں کہ اس کے خراب موڈ کو کیسے ٹھیک کیا جا سکتا ہے اور پھر جب انہوں نے اسے بتایا کہ بلال کی شادی تک وہ آفریدی ہاؤس میں ہی رہیں گی تو وہ اپنی ساری ناراضگی بھول کر ان کے گلے لگ گئی۔

''تھینکس گاڈ کہ آپ کو بھی ہم غریبوں کا کچھ خیال تو آیا ورنہ تو آپ کو اپنے سسرالیوں کے علاوہ کسی کی کم ہی پرواہ ہوتی ہے؟'' ان کے گلے لگے اس نے شکوہ کیا تو آپی اس کی بات پہ مسکرا دی تھیں۔

''ارے میری جان ایسی بات نہیں ہے، تم سب تو مجھے ہر پل یاد رہتے ہو اور خاص کر تم تبھی تو کہتی ہوں کہ زیان کے لئے ہاں بول دو اور میری دیورانی بن جاؤ، سوچو کتنا مزا آئے گا جب دونوں ایک ہی گھر میں ہر وقت ساتھ ساتھ رہیں گی۔'' آپی کی بات پہ اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا، تبھی تپ کر بولی تھی۔

''آپی پلیز کتنی بار کہہ چکی ہوں میں آپ سے کہ میرے ساتھ یہ بات مت کیا کریں پھر بھی آپ کو میری بات سمجھ کیوں نہیں آتی ہے۔'' اس کی بات پہ آپی بھی چڑ کر بولی تھیں۔

''تو میری جان بتاؤ نا پھر کس سے کروں یہ بات، اگر پاپا سے کرتی ہوں تو وہ نہیں سنتے ہیں، شاذم، حذیفہ اور بلال میری خواہش جاننے کے باوجود کوئی فیصلہ لینے کی پوزیشن میں نہیں ہیں ان تینوں کے بقول تمہارے بارے میں کوئی بھی ڈسیژن لینے کا اختیار صرف پاپا کے پاس ہے پیچھے رہ گئیں مما تو ان کی کون سنتا ہے نہ تم نہ پاپا، تو پھر تم ہی بتاؤ ایسے میں اپنے دل کی یہ درخواست لے کر جاؤں تو کہاں جاؤں۔''

''جہنم میں۔'' اس نے جل کر کہا تھا اور اٹھ کر واش روم میں بند ہو گئی غصے میں اس نے واش روم کا دروازہ اتنے زور سے بند کیا تھا کہ آپی کو اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھنے پڑے تھے، انہوں نے انتہائی تاسف سے واش روم کے بند دروازے کو دیکھا تھا۔

لیکن ہار ماننے والوں میں سے تو وہ بھی نہ تھیں اس کے غصے کے یہ مظاہرے وہ پچھلے تین سال سے برداشت کر رہی تھیں، اس کے باوجود وہ مجبور تھیں کہ سجل آفریدی اگر انہیں عزیز تھی تو زیان آفریدی عزیز ترین۔

☆☆☆

مرتضیٰ آفریدی اور مجتبیٰ آفریدی دونوں چچا زاد بھائی ہیں دونوں کے والدین ان کے بچپن میں ہی وفات پا گئے تو ان کی پرورش ان کی آبائی حویلی میں ان کے دادا رجب علی آفریدی کے ہاتھوں ہوئی۔

مرتضیٰ آفریدی، مجتبیٰ آفریدی سے دس سال چھوٹے تھے، مرتضیٰ آفریدی نے مجتبیٰ آفریدی کو ہمیشہ اپنا سگا بھائی جانا تھا تو مجتبیٰ کو بھی اپنے اس کزن سے بلا کی محبت تھی باہر بہت کم لوگوں کو اس بات کا علم تھا کہ وہ دونوں بھائی نہیں بلکہ کزن ہیں اور ان کا آپس کا رشتہ اس وقت اور بھی مضبوط ہو گیا تھا جب دونوں کی شادیاں بھی اپنی پھپھو کی بیٹیوں سے ہو گئیں، دو سگی بہنوں کے اس حویلی میں بیاہ کر آنے سے حویلی کے دونوں وارث ایک دوسرے کے اور قریب آ گئے تھے، مگر جہاں ان دونوں میں بے انتہا پیار و محبت تھا وہیں دونوں کے مزاج میں کچھ اختلاف بھی تھا کہ مجتبیٰ آفریدی کو اگر اپنی حویلی، زمینوں اور باغوں سے بے انتہا محبت تھی تو مرتضیٰ آفریدی کو شہر کی زندگی اور بزنس سے لگاؤ تھا یہی وجہ تھی کہ شادی کے بعد وہ اپنی وائف کے ساتھ اسلام آباد سیٹل ہو گئے تھے، لیکن یہ دوری بھی ان کے درمیان محبت کو کم نہ کر سکی تھی، مجتبیٰ آفریدی کے صرف دو بیٹے ہی ہیں رومان آفریدی اور زیان آفریدی، مرتضیٰ آفریدی کی اولادوں میں منال، شاذم، حذیفہ، بلال اور سجل آفریدی، رومان کی شادی منال کے ساتھ ہو چکی ہے اور اب مجتبیٰ آفریدی سجل کو بھی اپنی بہو بنانا چاہتے تھے کیونکہ یہ ان کے لاڈلے چہیتے بیٹے کی خواہش بھی ہے، منال آفریدی بھی سجل کو اپنی دیورانی بنانا چاہتی ہیں اور اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لئے وہ دونوں سسر، بہو کئی بار آفریدی ہاؤس آ چکے تھے مگر ہر بار ان کو انکار ہی سننے کو ملتا ہے، شہر بانو آفریدی کا بس چلتا تو وہ سجل کو زیان کی ڈولی میں بٹھانے میں لمحے کی تاخیر نہ کریں مگر سارا مسئلہ سجل آفریدی کا تھا، جب بھی مجتبیٰ آفریدی یا منال اپنا کیس لے کر مرتضیٰ آفریدی کی عدالت میں پیش کرتے، تو سجل کمرہ بند کر کے دھواں دھار رونا شروع کر دیتی اور مرتضیٰ آفریدی اپنی لاڈلی بیٹی کی آنکھوں میں آنسو کہاں دیکھ سکتے تھے تبھی تو ہر بار معذرت کر لیتے جس پہ شہر بانو کڑھ کر رہ جاتیں انہیں سمجھ نہ آتا تھا کہ آخر زیان آفریدی میں کس چیز کی کمی تھی جوان کی بیٹی اس سے اس حد تک متنفر تھی، چھ فٹ سے نکلتا قد، لمبی کھڑی ناک، بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں، کشادہ پیشانی، ہلکے براؤن گھنگھریالے بال، ہر لحاظ سے وہ جاذب نظر تھا پھر زمین جائیداد کی بھی کمی نہ تھی اور سب سے بڑھ کر اپنے خاندان کا تھا لیکن یہ بات سجل آفریدی کو کون سمجھاتا جو کسی کی بھی نہ سنتی تھی، اس بات کے جواب میں کہ آخر اسے زیان آفریدی سے اتنی نفرت کیوں تھی اس کا جواب ہمیشہ ایک ہی ہوتا تھا کہ جس طرح کسی سے محبت کرنے کے لئے وجہ کی ضرورت نہیں ہوتی ہے جیسے محبت کسی شخص کی ہر خاص کو پس پشت ڈال دیتی ہے اسے جب ہونا ہوتا ہے تو ہو کر رہتی ہے نفرت بھی بالکل ایسا ہی ایک جذبہ ہے اس کے لئے بھی کسی وجہ کا ہونا ضروری نہیں ہے کوئی آپ کو اچھا نہیں لگتا تو نہیں لگتا بس بات ختم۔

اب وہ سب کو کیا بتاتی کہ اسے زیان سے اس حد تک نفرت کیوں تھی کہ اس کی بے انتہا محبت بھی اس کو چھچھورا پن لگتی تھی پاس سے گزرتے جب اچانک وہ اپنے گمبھیر لہجے میں کوئی ذومعنی بات کر جاتا تو سجل کے دل میں اس کی نفرت اور بڑھ جاتی اس کو دیکھتے ہی زیان کی آنکھوں کی بڑھتی روشنیوں کو اس نے ہمیشہ ہوس کا نام دیا تھا اپنے وجود پہ پڑنے والی اس کی نظر اسے ہمیشہ غلیظ ہی دکھتی تھی، اس کی نفرت کی اتنی ساری وجوہات تھیں اس کے باوجود مما وجہ جاننا چاہتی تھیں اب وہ اتنی ساری وجوہات ان کو کیسے بتاتی کیونکہ اس کے یہ نادر خیالات جان کر مما اس کو جان سے مارنے سے بھی دریغ نہ کرتیں اور بقول اس کے اسے اس بھری جوانی میں اپنی جان سے ہاتھ دھونے کا کوئی شوق نہ تھا، اس سے انکار

READING CORNER
http://readingcorner.pk.blogspot.com/

کی وجہ تو پاپا نے بھی پوچھی تھی جواب میں وہ خاموشی سے آنسو بہاتی رہی تھی پھر کافی دیر بعد بولی تھی۔

''پاپا میں اپنی ایجوکیشن کمپلیٹ کرنا چاہتی ہوں اس کے بعد آپ جہاں کہیں گے میں شادی کرلوں گی مگر زیان سے تب بھی نہیں۔'' پاپا اس کے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے گہرا سانس خارج کر کے رہ گئے تھے، اپنی ساری اولاد میں سے سجل ان کو زیادہ عزیز تھی اور وہ اس کی مرضی کے بغیر کوئی بھی فیصلہ نہیں کرنا چاہتے تھے، حالانکہ اپنے بھائیوں جیسے کزن کو بار بار انکار کرنا ان کو بالکل بھی اچھا نہ لگتا تھا یہ الگ بات تھی کہ مجتبیٰ آفریدی بھی بہت ثابت قدم تھے کہ ہر بار انکار کے دوسرے مہینے پھر حاضر ہو جاتے یا پھر منال دوڑی چلی آتی لیکن ہوتا تو ظاہر ہے انکار ہی ہوتا تھا مگر ہمیشہ انکار کر کے مرتضیٰ آفریدی پھر سے بے چین ہو جاتے تھے اور اپنے پاپا کو پریشان دیکھ کر چین تو سجل کا بھی اڑ جاتا تھا مگر وہ بھی کیا کرتی وہ بھی مجبور تھی کہ زیان آفریدی سے شادی تو مر کر بھی اسے منظور نہ تھی۔

☆☆☆

سب لوگ دولہن کے ہاں مہندی لے جانے کے لئے تیار ہو کر نکل رہے تھے کہ عین وقت پہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے صوما بھابھی کو اپنے چھوٹو کا فیڈر یاد آ گیا جو وہ کچن میں بھول گئی تھیں۔

''میں ابھی لے کر آتی ہوں۔'' سجل کہتے ہوئے گاڑی سے اتر گئی، کچن میں کیبنٹ پہ پڑا فیڈر اٹھا کر وہ تیزی سے باہر نکلی تھی جب سامنے سے آتے زیان پہ اس کی نظر پڑی تھی اس کو دیکھ کر سجل کی پیشانی سلوٹوں سے بھر گئی تھی وہ اسے نظر انداز کرتی باہر نکل آئی، اگرچہ زیان کی نگاہوں کی تپش اسے بیرونی دروازے تک اپنے پیچھے محسوس ہوئی تھی پھر وہاں پہنچ کر بھی سارا وقت اس کو اپنے چہرے پہ زیان کی نگاہیں محسوس ہوتی رہیں صرف اس دن ہی نہیں بلکہ بارات والے دن بھی زیان آفریدی کی نگاہیں مسلسل اس کے چہرے کا طواف کرتی رہیں جس پہ وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے اسے ڈھیروں گالیوں سے نواز رہی تھی جب منال نے اس سے اس کے اس قدر برہم موڈ کی وجہ دریافت کی تو گویا اپنی شامت بلوا لی تھی وہ جو اتنی دیر سے جل بھن رہی تھی منال کے پوچھنے پہ غصے سے پھٹ پڑی تھی۔

''آپ کے دیور کو لڑکیوں کو تاڑنے کے علاوہ بھی کوئی کام آتا ہے یا نہیں، میرا آپ کو مخلصانہ مشورہ ہے کہ کوئی ایک ڈھونڈ کر اس کی شادی کر دیں یہ اس میں مصروف رہے گا تو کم از کم باقیوں کی تو جان چھوٹی رہے گی۔''

''خیر اب سب کو تو نہیں تاڑتا صرف ایک کو ہی.....'' اس کے خونخوار موڈ کو دیکھ کر منال آپی نے باقی فقرہ منہ میں ہی دبا لیا تو وہ غصے سے پیر پٹختی اٹھ کر رامین بھابھی کے برابر والی خالی کرسی پر آ بیٹھی۔

''ضائع ہو جائے گا یہ شخص کسی دن میرے ہاتھوں۔'' اس نے دانت پیس کر کہا تھا کیونکہ زیان کی پرتپش نگاہوں کا مرکز ابھی بھی وہ ہی تھی، اس کی بات سن کر بھابھی نے سر اٹھا کر اس کی سمت دیکھا تھا پھر ایک نظر سارے ہال پہ ڈالی تھی دور کھڑے زیان کو اس سمت دیکھتے پا کر وہ سمجھ گئیں تھیں کہ تجل کس کے بارے میں بات کر رہی ہے مسکراہٹ ان کے ہونٹوں پہ رینگ گئی تو سجل ان کے مسکرانے پہ مزید جل گئی تھی۔

اور ولیمے کے دو دن بعد جب منال آپی واپس پشاور جا رہی تھیں تو انہیں پیکنگ کرتے

دیکھ کر اس کے غصے کا گراف سوا نیزے پر جا پہنچا تھا، اس نے انہیں روکنے کی بہت کوشش کی تھی، اس کے بقول شادی کے ہنگاموں کی وجہ سے اسے ان کے پاس بیٹھنے اور باتیں کرنے کا بالکل وقت نہیں ملا تھا، مگر جب اس کے اصرار کے باوجود منال نہ مانیں تو وہ بہت ناراض ہو گئی تھی، جاتے ہوئے جب وہ سب سے گلے مل رہی تھیں تو وہ انتہائی خراب موڈ سمیت ان کے گلے لگی تھی لیکن ان کے چھوٹے بیٹے ارسل سے ملتے ہوئے تو اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں، پیار تو اس کو اپنے سارے بہن بھائیوں کی اولاد سے تھا مگر اپنے اس تین سالہ بھانجے میں گویا اس کی جان بسی تھی۔

''آپ کو پتہ ہے آپ کی خالہ جان آپ کو بہت مس کریں گی۔'' اس نے ارسل کے گلابی گالوں کو چومتے ہوئے کہا تو جواباً وہ بھی اپنی توتلی زبان میں بولا تھا۔

''میں بھی آپ کو بہت مس کرتا ہوں۔''

ارسل کی بات پہ رامین بھابھی قہقہہ لگا کر گویا ہوئیں۔

''کر لو بیٹا یہ پیار محبت کے مظاہرے ایک دوسرے سے، کیونکہ اب تھوڑا عرصہ ہی رہ گیا ہے پھر آپ کی خالہ جانی کی شادی ہو جائے گی اپنے بچے ہوں گے تو آپ کو مس کرنے کا بھلا کس کے پاس ٹائم ہو گا۔'' بھابھی کی بات سن کر شرم اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے اس کا چہرہ کانوں کی لوؤں تک سرخ پڑ گیا تھا، بلال سے گلے ملتے ہوئے زیان نے بھابھی کا فقرہ بخوبی سن لیا تھا کیونکہ اس کے کان مسلسل ادھر ہی لگے تھے۔

بھابھی کی بات پہ اس کے چہرے پہ مسکراہٹ بکھر گئی، ارسل کو اس سے لینے کے بہانے وہ چند قدم چل کر سجل کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''جی نہیں ہم ایسی نوبت ہی نہیں آنے دیں گے کہ ہمارا ارسل اپنی خالہ جانی کو مس کرے؟'' شرارتی نگاہیں اس کے چہرے پہ ٹکائے ذومعنی لہجے میں کہتا وہ سجل آفریدی کو سرتاپا جھلسا گیا تھا، سب کی موجودگی کے خیال سے وہ اس کو بلند آواز میں کچھ کہہ بھی نہ سکی تھی البتہ حسب معمول منہ ہی منہ میں اسے ڈھیروں گالیوں سے نواز کر اس نے جی بھر کر دل کی بھڑاس نکالی تھی، اس کو منہ ہی منہ میں بڑبڑ کرتے دیکھ زیان کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی تھی کیونکہ جانتا تھا کہ ضرور اس کی شان میں ہی قصیدہ گوئی جاری تھی۔

☆☆☆

بلال کی شادی کو ابھی چند ماہ ہی گزرے تھے جب مجتبیٰ آفریدی ایک بار پھر سجل کے رشتے کے لئے آفریدی ہاؤس آئے تھے، لیکن اس بار وہ سوچ کر آئے تھے کہ اگر اس بار بھی انکار ہوا تو وہ زیان کی شادی روشانے سے کر دیں گے، روشانے ان کے دوست ہاشم آفریدی کی بیٹی تھی، ہاشم آفریدی خود بھی روشانے کی شادی زیان کے ساتھ کرنے کے خواہش مند تھے وہ کئی بار باتوں ہی باتوں میں مجتبیٰ آفریدی کو دوستی کے اس رشتے داری میں بدلنے کا اشارہ بھی دے چکے تھے، لیکن مجتبیٰ آفریدی چونکہ اپنے بیٹے کے دل کی خواہش سے اچھی طرح آگاہ تھے اور وہ خود بھی سجل کو اپنی بہو بنانا چاہتے تھے اس لئے ہر بار اپنے دوست کی اس بات کو بہت مہارت سے ٹال جاتے تھے لیکن اب انہوں نے انتہائی سنجیدگی سے اس پرپوزل پہ سوچا تھا اور فیصلہ کیا تھا کہ ایک آخری بار وہ مرتضیٰ آفریدی سے بات کریں گے لیکن اگر اب انکار ہوا تو وہ زیان کا رشتہ روشانے سے طے کر دیں گے اور اس بار جب انہوں نے مرتضیٰ

READING CORNER http://readingcornerpk.blogspot.com/

آفریدی سے بات کی تو وہ جو ہر بار مسکرا کر ان کی بات کسی نہ کسی بہانے ٹال جاتے تھے اس بار تھوڑا ساتپ گئے تھے۔

''لالہ جی پلیز یوں بار بار اس بات کو لے کر مجھے شرمندہ مت کیا کریں، مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگتا ہے روز روز آپ کو انکار کرنا مگر میں کیا کروں میں بھی مجبور ہوں میں پہلے بھی بہت بار آپ کو بتا چکا ہوں کہ سجل اس رشتے کے لئے رضا مند نہیں ہے تو پھر میں جوان اولاد کے ساتھ زبردستی کیسے کروں اور فرض کریں اگر میں اس کی مرضی کے خلاف اس کی شادی زیان سے کر بھی دیتا ہوں تو کیا گارنٹی ہے کہ وہ رشتہ نبھائے گی بھی، جہاں دل راضی نہ ہوں وہ رشتے کبھی نہیں نبھتے لالہ جی اور پھر اس ایک رشتے کے ٹوٹنے سے کتنے رشتے ٹوٹیں گے کبھی سوچا ہے آپ نے، میرا اور آپ کا رشتہ، منال اور رومان کا رشتہ، شہر بانو کا اپنے بھائیوں سے رشتہ، کچھ بھی تو نہیں بچے گا باقی، سوری لالہ جی میں اس ایک رشتے کے لئے اتنے سارے رشتوں کو کھونے کا رسک نہیں لے سکتا۔'' مرتضیٰ آفریدی تو اپنی بات کہہ کر چپ ہو گئے اور ان کے ان الفاظ نے چپ تو مجتبیٰ آفریدی کو بھی لگا دی تھی، کیونکہ جو کچھ مرتضیٰ نے کہا تھا وہ ایسا غلط بھی نہ تھا سو وہ چپ چاپ واپس لوٹ آئے اور اسی رات انہوں نے سونے سے پہلے ہاشم آفریدی کو فون پہ بتا دیا کہ دو دن بعد وہ لوگ روشانے کو منگنی کی انگوٹھی پہنانے آ رہے ہیں اور واقعی دو دن بعد اپنے بیٹے کے کسی بھی احتجاج کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے وہ نہ صرف روشانے کو زیان کے نام کی انگوٹھی پہنا آئے تھے بلکہ ساتھ میں شادی کی ڈیٹ بھی فکس کر دی تھی اور اس بات پہ ان کے اور زیان کے بیچ زبردست جھگڑا ہوا تھا، ڈیٹ فکس ہونے کی بابت جان زیان کو تو گویا آگ ہی لگ گئی تھی۔

''نہیں کرونگا میں شادی آپ نے انگوٹھی پہنائی ہے نا میرے انکار کے باوجود تو اب اپنے ساتھ نکاح کر کے ہی لے آیئے گا اس محترمہ کو۔'' اس کے گستاخانہ لب و لہجے پہ بابا جان نے مارے اشتعال کے اس کے منہ پہ دو تین تھپڑ جڑ دیئے تھے۔

''دیکھتا ہوں میں کہ تم یہ شادی کیسے نہیں کرتے، شادی تو تمہاری روشانے سے ہی ہوگی، کیونکہ جس کے تم خواب دیکھتے ہو نا اس کا باپ کہتا ہے اس کی بیٹی اس رشتے پہ راضی نہیں اس لئے وہ اس کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتا، تو جب وہ لڑکی نہیں مان رہی اس کا باپ نہیں مان رہا تو اسے اٹھوا کر تو نہیں لا سکتا میں تیرے لئے۔'' انہوں نے ایک قہر بھری نگاہ اس پہ ڈال کر کمرے میں چلے گئے جبکہ زیان آفریدی نے گرنے والے انداز میں صوفے پہ بیٹھ کر سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تھا، اس کو اس حالت میں بیٹھے دیکھ کر رومان لالہ اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولے تھے۔

''زیان سنبھالو خود کو یار اور ویسے تمہیں ابی سے اس لہجے میں بات نہیں کرنی چاہیے ٹھیک ہی تو کہتے ہیں وہ جب سجل ہی نہیں مان رہی تو پھر وہ کیسے......''

''لالہ پلیز اس وقت مجھے تنہا چھوڑ دیں، جسٹ لیو می آلون پلیز۔'' ان کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ حلق کے بل چلایا تھا تو رومان ایک نظر اس کے سرخ انگارہ چہرے پہ ڈال کے اٹھ گئے، تو اس نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں تھیں، سجل آفریدی کے علاوہ کسی اور کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کے بارے میں اس نے کبھی خواب میں بھی نہ

سوچا تھا اس کے دل و دماغ میں تو ہر جگہ سجل کا بسیرا تھا تو پھر وہاں کسی اور کے لئے جگہ کیسے نکل سکتی تھی۔

لیکن وہ نازک سے سراپے کی مالک لڑکی اس سے اس حد تک نفرت کیوں کرتی تھی یہ بات وہ آج تک نہ جان سکا تھا، اس وقت بھی اس کی نگاہوں کے سامنے کئی منظر گھوم گئے تھے جب اس کو دیکھتے ہی سجل کی نگاہوں میں نفرت کے سائے لہرانے لگتے تھے، ایک بار اس کے پوچھنے پہ کہ وہ اس سے اس حد تک نفرت کیوں کرتی ہے اس نے کس قدر درشت لہجے میں تڑخ کر کہا تھا۔

''کیونکہ تم ہو ہی اس قابل۔'' وہ اس وقت بھی وہاں کتنی دیر تک ساکت کھڑا اس کی نفرت کی وجہ ڈھونڈتا رہا تھا اور اب بھی صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے سجل آفریدی کی خود سے اس بے انتہا نفرت و بے زاری کی وجہ تلاش کر رہا تھا مگر ہزار بار سوچنے پہ بھی کوئی سرا ہاتھ نہ آیا نہ تھا اس کا شدت سے جی چاہ رہا تھا کہ سجل آفریدی اس کے سامنے ہو اور وہ اس پتھر دل کو جھنجھوڑ کر پوچھے کہ آخر کس مٹی کی بنی ہو تم کہ تم پہ میری اس قدر محبت کا بھی اثر نہیں ہوتا ہے، ایسی کون سی بات ہے جس نے تمہیں مجھ سے اس قدر متنفر اس قدر دور کر دیا ہے اسے اچھی طرح یاد تھا کہ چند سال پہلے جب وہ حویلی آئی تھی تو شروع شروع میں زیان کے ساتھ اس کی اچھی خاصی دوستی تھی وہ اسے بہت عزت سے مخاطب کرتی تھی پھر ایسا کیا ہوا تھا کہ وہ اس سے اس قدر نفرت کرنے لگی تھی وہ جو پہلے اسے آپ کہہ کر بلاتی تھی اب تمام لحاظ مروت بھول کر انتہائی بدتمیزی سے تم کہا کرتی تھی، بلکہ وہ تو اب اس کو مخاطب ہی نہیں کرتی تھی سامنا ہونے پہ بھی کترا کر گزر جاتی تھی وہ تو زیان ہی تھا جو دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کی پیشانی کی سلوٹوں کو نظر انداز کر کے اس کے نفرت بھرے انداز و اطوار سہہ کر بھی اس سے بات کرنے سے باز نہیں آتا تھا اور اس بات پہ بھی وہ چڑ جایا کرتی تھی۔

☆☆☆

منال آفریدی مٹھائی لے کر آفریدی ہاؤس آئیں تو یہ جان کر کہ زیان کی منگنی ہو گئی ہے سجل نے شکر کا سانس لیا تھا کیونکہ زیان کی صورت خطرے کی جو تلوار اس کے سر پہ لٹکی تھی وہ اب ہٹ گئی تھی۔

''تھینکس گاڈ، میرے سر سے تو بلا ٹلی، جان چھوٹی میری۔'' اس نے جس طرح صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر قدرے ریلیکس ہو کر بیٹھتے ہوئے بلند آواز میں یہ فقرے بولے تھے اس پہ مما نے خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورا تھا مگر وہ ان کی گھوریوں کو نظر انداز کرتی مسکراتے ہوئے آپی سے مخاطب ہوئی تھی۔

''ویسے آپی آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ کس بے چاری کا برا ٹائم شروع ہونے والا ہے آئی مین کہ کس کی قسمت پھوٹی ہے بلکہ روٹھی ہے۔'' اس کی بات پہ مما کا ضبط جواب دے گیا اس سے پہلے کہ ان کی چپل اس تک پہنچتی وہ اٹھ کر نو دو گیارہ ہو گئی۔

اگلے دن کالج جا کر جب اس نے یہ خبر فرح، طیبہ اور شبیلہ کو سنائی تھی تو وہ تینوں یک زبان ہو کر بولی تھیں۔

''چلو جی تم تو شکر کرو کہ جان چھوٹی خس کم جہاں پاک۔'' وہ چاروں نرسری پریپ سے ساتھ ساتھ تھیں اور اب میڈیکل کے تیسرے سال میں آ کر بھی ان کی دوستی جوں کی توں قائم تھی جب تک وہ اپنی ہر بات ایک دوسرے سے شیئر نہیں کر لیتیں تھیں ان کو چین نہیں ملتا تھا اور

READING CORNER http://readingcornerpk.blogspot.com/

جب ان تینوں نے اس سے یہ کہا تھا کہ اس خوشی میں وہ ان کو کیا کھلا رہی ہے تو اس نے ہاتھ اٹھا کر خاصے فیاضانہ انداز میں کہا تھا۔

''جو تم لوگ کہو۔'' اس کے اس انداز پہ وہ تینوں قہقہہ لگا کر ہنس دیں تھیں اور جہاں سجل بہت خوش تھی اس بات سے کہ زیان کی شادی ہونے سے اس کی جان اپنے اس کزن سے چھوٹ گئی تھی وہیں مجتبیٰ آفریدی بہت پریشان رہنے لگے تھے اپنے بیٹے کی اس قدر خاموشی سے انہیں ڈر لگنے لگا تھا، جوں جوں شادی کے دن قریب آرہے تھے ان کا دل زیان کی طرف سے بہت سے وہموں کا شکار ہو رہا تھا کہ اگر عین وقت پہ اس نے شادی سے انکار کر دیا تو کیا ہوگا اور پھر شادی پہ تو سجل بھی حویلی آئے گی اگر اس کو دیکھ کر وہ ان کی بات ماننے سے انکاری ہو گیا تو وہ ہاشم آفریدی کو کیا جواب دیں گے اور یہ خطرہ تو منال کو بھی تھا تبھی تو اس نے مما کو فون کر کے سجل کو شادی میں لانے سے منع کر دیا تھا، اس کی بات پہ مما چند ثانیے خاموش ہو گئیں تھیں اور ان کی اس خاموشی کو نوٹ کر کے ہی منال مزید گویا ہوئی تھی۔

''مما زیان پہلے ہی بہت مشکلوں سے مانا ہے اور میں نہیں چاہتی ہوں کہ سجل کو دیکھ کر..... آپ میری بات سمجھ رہی ہیں نا مما۔'' ایک پل کو رک کر اس نے پوچھا تو شہر بانو گہرا سانس خارج کرتے بولیں تھیں۔

''او کے ٹھیک ہے نہیں آئے گی وہ۔'' پھر چند ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد انہوں نے فون رکھ دیا لیکن جب انہوں نے یہ بات سجل سے کی جو آج کل زور و شور سے شادی میں جانے کے لئے شاپنگ کر رہی تھی مما کی بات سن کر وہ قہقہہ لگا کر ہنس دی تھی۔

''میری پیاری مما ایسا کچھ نہیں ہوگا وہاں، اسے کو بڑا کوئی طوفانی قسم کا عشق ہے، جو آپ اتنا ڈر رہی ہیں کہ یہ ہو جائے وہ ہو جائے گا، آپ دیکھئے گا اپنی شادی کی خوشی میں اس کو تو یہ بھی یاد نہیں ہوگا کہ کوئی سجل بھی تھی جس سے وہ انتہا کی محبت کا دعویدار تھا آپ خوامخواہ اتنا پریشان ہو رہی ہیں، ایسا کچھ نہیں ہوگا بلکہ موصوف بڑے شوق سے اپنے سر پہ سہرا سجا کر خوشی خوشی اپنی دلہن کو بیاہ لائیں گے اور بہت جلد آپ کو یہ خوشخبری سننے کو ملے گی کہ آپ دادو بننے والی ہیں۔'' اس کی ساری بکواس پہ مما کا دل کیا تھا کہ اس کا گلا دبا دیں اور وہ ایسا کر بھی دیتیں اگر جو وہ مرتضیٰ آفریدی کی اتنی لاڈلی نہ ہوتی۔

''لیکن میں نے کہا ہے کہ تم نہیں جا رہیں تو اس کا مطلب ہے کہ تم نہیں جاؤ گی انڈر سٹینڈ۔'' انہوں نے دانت پیس کر کہا تھا اور کمرے سے جانے لگیں پھر جاتے جاتے یکدم مڑیں تھیں۔

''اور ہاں صوما یا رامین پوچھیں تو کہہ دینا کہ تمہارے ٹیسٹ ہو رہے ہیں اس لئے تم نہیں جا رہیں۔'' مما کے جانے کے بعد اس نے ہاتھ میں پکڑا فراک جو وہ بارات میں پہننے کے لئے لائی تھی غصے سے دور اچھال دیا تھا۔

''مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے اس شخص کی شادی اٹینڈ کرنے کا۔'' شادی سے دو دن پہلے مرتضیٰ آفریدی اپنی ساری فیملی کے ساتھ حویلی گئے تو سجل کو نہ پا کر مجتبیٰ آفریدی اور منال نے سکون کا سانس لیا تھا اور دو دن بعد جب وہ لوگ روشانے کو بیاہ کر حویلی لے آئے تو مجتبیٰ آفریدی نے شکرانے کے نوافل ادا کئے تھے کہ ان کے بیٹے نے کوئی گڑبڑ نہیں کی تھی جب مولوی نے اس سے پوچھا تھا کہ اس کو روشانے آفریدی ولد ہاشم آفریدی قبول ہے اور جواب میں جب تک اس

نے ہاں نہیں بولی تھی مجتبیٰ آفریدی کو اپنی جان سولی پہ لٹکی محسوس ہوئی تھی اس کے ہاں بولتے ہی ان کے کشیدہ اعصاب بہت حد تک ڈھیلے پڑ گئے تھے اور جب اس نے انتہائی سپاٹ تاثرات سمیت نکاح نامے پر دستخط کیے تھے تو ان کے لئے تو یہی بہت تھا کہ کر تو دیئے تھے، اس کے جامد تاثرات کو دیکھ کر انہیں لگا تھا کہ انہیں اس کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہتے تھا، لیکن وہ بھی مجبور تھے اگر وہ اس کے ساتھ نرمی برتتے تو وہ کبھی نہ مانتا پھر وہ یہ سوچ کر مطمئن ہو گئے تھے اب رفتہ رفتہ سب ٹھیک ہو جائے اگر اس نے شادی کر لی ہے تو سجل کو بھی بھول جائے گا لیکن آنے والے وقت نے ان کی سوچ کو غلط ثابت کر دیا تھا اگرچہ اس نے روشانے کو اپنی زندگی میں وہ جگہ تو دے دی تھی جو اس کا حق تھی کیونکہ اس کے خیال میں اگر سجل اس کو نہ ملی تھی تو اس میں روشانے کا کوئی قصور نہ تھا تو وہ پھر وہ اسے سزا کیوں دیتا، اس نے روشانے آفریدی کے سارے حقوق ادا کئے تھے اس کے باوجود کہ اس کے دل میں روشانے آفریدی کی جگہ نہ تھی جو سجل کی تھی اور پھر ایک بیٹا ہو جانے کے باوجود بھی سجل آفریدی اس کے دل سے نہ نکلی تھی وہ جو پہلے ہر وقت ہنستا بولتا رہتا تھا اب اس کو ایک چپ لگ گئی تھی، بیٹے کی پیدائش پہ بھی اس نے کسی قسم کی گرمجوشی کا اظہار نہیں کیا تھا اس کے بیٹے کی پیدائش پہ مجتبیٰ آفریدی اور منال بہت خوش تھے سارے گاؤں میں مٹھائی بانٹی گئی تھی اور جب اس کے بیٹے شاہ فیصل کے پیدا ہونے کی خوشخبری سنانے کے لئے منال نے آفریدی ہاؤس فون کیا تو دوسری طرف فون سجل نے ہی اٹینڈ کیا تھا اور کس قدر طنز سے مما کو یہ خبر دی تھی۔

''مبارک ہو مما آپ دادو بن گئی ہیں، یعنی مسٹر زیان آفریدی والد محترم کے عہدے پر فائز ہو چکے ہیں، خوش ہو جائیں اور ساتھ ہی مجھے بھی داد دیں میری پیشن گوئی کے درست ہونے پہ، میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ مسٹر زیان آفریدی جیسے لوگ محبت میں جوگی نہیں بنا کرتے اور دیکھ لیں ایسا ہی ہوا ہے۔'' ہمیشہ کی طرح وہ نان اسٹاپ شروع ہو چکی تھی، شہر بانو اس پہ ایک قہر بھری نگاہ ڈال کر وہاں سے اٹھ گئیں تو اس نے پاس صوفے پر پڑا ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آن کر لیا۔

''ہونہہ، محبت، زیان آفریدی جیسے لوگوں کو کسی سے محبت نہیں ہوتی ہے مما، ان کو تو ہر خوبصورت لڑکی کے وجود سے محبت ہوتی ہے، اب وہ لڑکی چاہے سجل آفریدی ہو یا روشانے آفریدی یا پھر.....'' بولتے بولتے اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئیں تھیں، دو سبز کانچ سی آنکھوں سے مزین وہ معصوم سا چہرہ اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم گیا تھا وہیں بیٹھے بیٹھے اس کا دھیان پانچ سال پیچھے چلا گیا تھا۔

☆☆☆

وہ فرسٹ ائیر میں تھی جب کالج میں گرمیوں کی تعطیلات ہوئیں تو منال آپی اس کو اپنے ساتھ حویلی لے آئیں وہ تین سال بعد حویلی آئی تھی، اگرچہ مما نے انہیں روکنے کی بہت کوشش کی تھی ان کے خیال میں وہ حویلی میں دو دن بھی نہیں ٹکے گی کیونکہ پہلے بھی کئی بار وہ حویلی جا چکی تھی، لیکن ہر بار بور ہو کر دوسرے ہی دن واپسی کی رٹ لگا دیتی، لیکن اس بار مما کا اندازہ غلط ثابت ہو گیا تھا کیونکہ ایک مہینہ گزر جانے کے باوجود اس کا دل حویلی میں لگا ہوا تھا تو اس کی ایک وجہ تو حویلی میں موجود وہ دو لڑکیاں پری گل اور لالہ گل تھیں وہ دونوں حویلی کے پرانے ملازم

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

گل خان کی پوتیاں تھیں، ان دونوں کے والدین ان کے بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے پری گل کو تو اس کے بوڑھے دادا دادی نے حویلی کے سرونٹ کوارٹر میں ہی پروان چڑھایا تھا جبکہ اس سے تین سال چھوٹی لالہ گل جو پہلے اپنے ماموں کے پاس کراچی میں رہتی تھی ماموں کی وفات کے بعد دو سال پہلے ہی حویلی آئی تھی، وہ تقریباً سجل کی ہم عمر ہی تھی، چند دنوں میں ہی سجل کے ساتھ اس کی دوستی ہو چکی تھی اور حویلی میں سجل آفریدی کا دل لگنے کی دوسری وجہ زیان آفریدی تھا جو ایک سال پہلے انگلینڈ سے اپنی تعلیم مکمل کر کے لوٹا تھا، سجل کی اس کے ساتھ اچھی خاصی دوستی ہو چکی تھی مگر یہ دوستی صرف سجل کی طرف سے تھی زیان آفریدی کا دل تو ان چند دنوں میں ہی دوستی سے محبت تک کا سفر طے کر چکا تھا اس کا دل خود سے سات آٹھ سال چھوٹی اپنی اس کزن کا کب اسیر ہوا تھا اسے بالکل خبر نہ ہوئی تھی اور کہتے ہیں نا کہ عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے تو پری گل بھی بہت جلد زیان آفریدی کے دل کا حال جان گئی تھی، کیونکہ سجل کو دیکھتے ہی زیان کی آنکھیں لو دینے لگتی تھیں تو ایسے میں پری گل کے دل پہ سانپ لوٹ جاتے حسد کی آگ اس کے آس پاس جلنے لگتی جس میں اسے اپنا وجود خاک ہوتا معلوم ہوتا تھا، وہ دل ہی دل میں سوچتی کہ آخر ایسا کیا خاص تھا سجل آفریدی میں جو اس میں نہ تھا، اگر سجل خوبصورت تھی تو کم صورت تو وہ بھی نہ تھی پھر وہ اس نے کئی بار زیان آفریدی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی کوئی کام ابھی زیان کے منہ سے نکلتا نہ تھا کہ وہ کرنے کو حاظر ہو جاتی لیکن زیان نے کبھی نظر بھر کر اس کو دیکھا تک نہ تھا اور جب سے اس کو پری گل کے جذبات کی خبر ہوئی تھی اس کا رویہ پری گل کے ساتھ انتہائی سخت ہو گیا تھا اس کو وہ شوخی اور چھچھوری حرکتیں کرنے والی لڑکی کبھی ایک آنکھ نہ بھائی تھی اور اب تو اسے اس سے اور بھی چڑ ہو گئی تھی، پری گل اس کے انتہائی سخت رویے کے باوجود پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھی، وہ حویلی میں ہوتا تو بہانے بہانے سے اس کے کمرے کے چکر لگاتی جس پہ ایک دن زیان نے اس کو اچھا خاصا جھاڑ کے رکھ دیا تھا۔

''کتنی دفعہ کہا ہے تمہیں کہ یوں منہ اٹھا کے میرے کمرے میں مت آیا کرو، اثر کیوں نہیں ہوتا ہے تمہیں۔'' وہ غصے سے دھاڑا تھا تو پری گل معصوم صورت بنائے ہوئے منمنائی تھی۔

''خان وہ بی بی نے کہا تھا آپ کے کمرے کی صفائی کر دوں اس لئے ام.....'' مگر وہ اس یک بات مکمل ہونے سے پہلے ہی دانت پیستے ہوئے غرایا تھا۔

''دفعہ ہو جاؤ ابھی اور اسی وقت میرے کمرے سے اور آج کے بعد تم مجھے میری موجودگی میں اس کمرے میں نظر آئیں تو اٹھا کر حویلی سے باہر پھینکوا دوں گا سمجھی تم۔'' اس کو غصہ ہوتے دیکھ کر پری گل منہ بناتی باہر نکل آئی، وہ جتنا اس کے قریب جانے کی کوشش کرتی وہ اتنا ہی اس سے دور بھاگتا تھا، اس کو اپنی زلفوں کے جال میں پھنسا کر حویلی پہ راج کرنے کا خواب پری گل کو پورا ہوتا نظر نہ آ رہا تھا، کیونکہ زیان آفریدی تو پروں پہ پانی نہ پڑنے دے رہا تھا۔

''ہونہہ نخرہ، ام دیکھتا ہے خان کہ تم کب تک ہمارے حسن سے نگاہ چراتا ہے، تم پری گل ابھی جانتا نہیں ہے، تم کو اپنی زلفوں کا اسیر نہ بنا تو امارہ نام بھی پری گل نہیں۔'' وہ غصے میں کھاتی سوچ رہی تھی اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ حویلی کے اس نخریلے اتھرے گھوڑے کو کس طرح

میں کرے۔

اسے پورا یقین تھا کہ اگر ایک بار زیان آفریدی اس کے حسن کے جال میں پھنس گیا تو پھر حویلی کی بہو بننے کا اس کا خواب کبھی بھی ادھورا نہیں رہے گا، وہ یہ بھی جانتی تھی کہ حویلی میں کوئی بھی زیان آفریدی کی بات کو نہ ٹالتا تھا نہ اس کے لالہ نہ اس کے ابی، ہر بات جو اس کے منہ سے نکلتی پوری کی جاتی تھی اور پری گل کو اس بات کا یقین تھا کہ اگر زیان پہ اس کے حسن کا جادو چل گیا تو پھر کوئی بھی مائی کا لال اسے حویلی کے اس لاڈلے سپوت کی دلہن بننے سے نہیں روک سکتا تھا، لالہ گل اپنی بڑی بہن کو کئی بار اس کے ارادوں سے باز رکھنے کی کوشش کر چکی تھی۔

''خدا کے لئے پری باز آ جا ان حرکتوں سے، کیونکہ اگر بابا یا جبل میں سے کسی کو اس بات کا خبر ہو گیا تو وہ تمہارا حشر کر دیں گے، اس لئے امارہ تم کو یہی مشورہ ہے کہ چھوٹے خان کا خیال اپنے دل سے نکال دو، کیونکہ جو تم سوچ رہا ہے وہ کبھی نہیں ہو سکتا، کبھی محمل میں بھی ٹاٹ کا پیوند لگتے دیکھا ہے۔'' لالہ گل نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی تھی، وہ تو یہ سوچ کر ہی ڈر رہی تھی کہ اگر اس بات کی خبر پری کے منگیتر جبل خان کو ہو گئی تو وہ اسے جان سے مار دے گا اور پھر مجتبیٰ آفریدی کیا ایسا ہونے دیں گے بھی نہیں، لالہ گل کے خیال میں اگر پری زیان کو اپنی طرف راغب کرنے میں کامیاب بھی ہو گئی تب بھی بڑے خان ایسا کبھی نہیں ہونے دیں گے جیسا پری گل سوچ رہی تھی لالہ گل جانتی تھی کہ اگر بڑے خان کو اس بات کی خبر ہو گئی کہ ان کی معمولی ملازمہ ان کے بیٹے کو پانے کے خواب دیکھ رہی ہے تو اس کی اس جرأت پہ وہ بابا اور ان دونوں بہنوں کو حویلی سے باہر پھنکوانے میں لمحے کی تاخیر بھی نہیں کریں گے اور لالہ گل اس وقت سے ڈرتی تھی تبھی تو اس نے اپنی بہن کو بھی اس وقت سے آگاہ کرنا چاہا تھا لیکن اس کی بات سن کر پری گل کو تو گویا آگ لگ گئی تھی۔

''تم اپنا منہ بند ہی رکھو تو بہتر ہے اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ زیان میرا نہیں ہو سکتا تو یہ تو وقت ہی بتائے گا کہ وہ کس کا ہے۔'' لالہ گل کے سمجھانے کا بھی اس پہ کوئی اثر نہ ہوا تھا الٹا وہ لالہ گل کو انتہائی سخت لہجے میں دو چار سنا کر چلتی بنی اس کو تو اپنے حسن اپنی اداؤں پہ پورا یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن وہ زیان کو اپنا بنا لے گی، مگر سجل آفریدی کی حویلی آمد نے اس کے اس یقین کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا، سجل کو دیکھتے ہی زیان کے چہرے کی بڑھتی روشنیاں اس کی طرف اٹھتی زیان کی بے ساختہ والہانہ نگاہیں جہاں سجل آفریدی کا دل دھڑکا جاتے تھے وہیں پری گل کے دل کو گویا راکھ کر دیتے تھے، اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ کیسے سجل آفریدی کو زیان کی زندگی سے دور کر دے اور اس سے پہلے کہ سجل آفریدی کا دل محبت کے اس سفر میں زیان آفریدی کے دل کا ہم سفر بنتا پری گل کو قدرت نے وہ موقع عطا کر دیا تھا، سجل ابھی حویلی میں ہی تھی جب ایک رات اچانک لالہ گل کا انتقال ہو گیا اس کو ہیضہ ہوا تھا شہر لے کر جاتے ہوئے وہ راستے میں ہی دم توڑ گئی تھی، حویلی سے ملحقہ سرونٹ کوارٹر میں تو جیسے قیامت برپا ہو گئی۔

پری گل اور اس کی بوڑھی دادی اونچی آواز میں بین کر کے رو رہیں تھیں کہ وہاں موجود ہر آنکھ نم ہو گئی تھی سجل نے لالہ گل کی موت کا اتنا اثر لیا تھا کہ وہ پورا ایک ہفتہ بخار میں جلتی رہی تھی، اس دن اس کا بخار کچھ کم ہوا تھا لیکن کمزوری اور نقاہت بہت ہو گئی تھی، وہ کمرے میں ہی ناشتہ

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

کر کے ابھی لیٹی ہی تھی جب پری گل اس کی طبیعت کا پوچھنے چلی آئی، باتوں ہی باتوں میں لالہ گل کا ذکر آیا تو پری گل زارو قطار رونے لگی تھی۔

''ام کو تو یقین نہیں آتا بی بی کہ امارہ لالہ گل ام کو چھوڑ گیا ہے، اگر ام کو پتہ ہوتا کہ امارہ لالہ گل کے ساتھ یہ سب ہو جائے گا تو ام اس کو اس حویلی سے دور بہت دور لے جاتا۔'' پری گل کو روتے دیکھ کر سجل کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں تھیں۔

''صبر کرو پری، اس کی عمر ہی اتنی تھی تو تم چاہے اس کو دنیا کے کسی بھی کونے میں لے جاتیں اس کو موت سے نہیں بچا سکتی تھیں۔'' اس نے پری گل کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے تسلی آمیز لہجے میں کہا تھا، لیکن جواب میں جو کچھ پری گل نے کہا تھا اس نے کچھ پل کے لئے سجل آفریدی کو گویا ساکت کر دیا تھا۔

''بچا سکتا تھا بی بی بچا سکتا تھا، اس حویلی سے دور جا کر کم از کم ام اپنی بہن کی عزت تو بچا سکتا تھا نا، نہ اس کی عزت جاتا نہ وہ اپنا جان دیتا۔''

''بہن کی عزت، کیا مطلب پری کھل کر بتاؤ مجھے سب، لالہ گل کی ڈیتھ تو ہیضے سے ہوئی ہے نا؟'' کافی دیر بعد وہ کچھ بولنے کے قابل ہوئی تھی اس کی اڑی اڑی رنگت کو دیکھ کر پری گل سمجھ گئی تھی کہ اس کا تیر بالکل نشانے پہ لگا ہے، تبھی تو آنسو بہاتی مزید بولی تھی۔

''جب چھوٹا خان لندن سے آیا تھا تو سب سے پہلے اس نے ام کو اپنے محبت کے جال میں پھنسانے کا کوشش کیا تھا، مگر ام چاہتا تھا کہ محبت کے اس کھیل میں امارے ہاتھ کچھ نہ آئے گا سوائے ذلت اور بدنامی کے، ایک دو بار تنہائی میں خان نے امارے ساتھ اپنا وقت رنگین کرنا چاہا تھا، جس سے ام اس کی فطرت کو اور اچھی طرح سمجھ گیا تھا، پھر ام تو اس کی محبت کے جھانسے میں نہ آیا مگر امارہ معصوم، بہن اس کی ہوس کا نشانہ بن گیا، وہ بے وقوف سمجھنے لگا تھا کہ خان اس سے محبت کرتا ہے، ام نے اس کو بہت سمجھایا مگر وہ خان کی محبت میں بہت آگے نکل گیا تھا اور خان نے کیا کیا اس کے ساتھ، اب وہ مرتا نہیں تو اور کیا کرتا اب تو خان بھی اس کی بات نہ سنتا تھا ام اس کو ڈاکٹر کے پاس بھی لے کر گیا تھا لیکن ڈاکٹر نے منع کر دیا کہ اب بہت دیر ہو گیا ہے اب کچھ نہیں ہو سکتا، گھر آ کر امارہ بہن بہت رویا اور پھر بدنامی سے بچنے کے لئے اس نے اپنا جان دے دیا اور ام نے اس کو ذلت سے بچانے کے لئے کہہ دیا.....''

''کہ اس کو ہیضہ ہوا ہے یہی نا۔'' سجل نے بہت دکھ سے پری گل کا فقرہ مکمل کیا تھا پھر بہت غصے سے پری گل سے مخاطب ہوئی تھی۔

''کتنا غلط کیا ہے پری تم نے تمہیں اندازہ نہیں ہے، ایک غلطی تمہاری بہن نے کی، یوں چپ چاپ اپنی جان دے کر حالانکہ اگر وہ تھوڑی سی ہمت کرتی تو، تو بدنامی اور ذلت اس شخص کے حصے میں بھی آ سکتی تھی جس نے اسے اس حال تک پہنچایا تھا، تم نے صحیح کہا کہ وہ بے وقوف تھی لیکن تم اس سے بھی بڑی بے وقوف ہو کیونکہ تم اس سے بھی بڑی غلطی کر رہی ہو کیونکہ اپنی بہن کی موت کی اصل وجہ چھپا کر تم اس کو نہیں بلکہ زیان آفریدی کو ذلت اور بدنامی سے بچایا ہے، تمہاری بہن تو مر گئی اس کو تو اب بدنامی یا ذلت سے کوئی اتنا خاص فرق نہیں پڑنے والا تھا جتنا کہ اس کی موت کی اصل وجہ سامنے آنے پہ زیان آفریدی کو پڑتا؟'' زیان آفریدی کے نام پہ اس کے لہجے میں تلخی اور نفرت گھل گئی تھی پھر اس نے پری گل

سے کہا تھا کہ وہ اس سلسلے میں ابی سے بات کرے گی اور انہیں ان کے لاڈلے سپوت کے کارنامے بتائے گی تو پری گل نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے تھے۔

''نا بی بی نا خدا کے لئے ایسا مت کرنا، بڑا خان سب جان کر بھی اپنے بیٹے کو تو کچھ نہیں کہے گا ام اچھی طرح جانتا ہے کہ ایسا کرنے سے ام سے رہنے کا یہ ٹھکانہ بھی چھین جائے گا اور پھر ام نے اپنا مرتی ہوئی بہن سے وعدہ کیا تھا کہ ام یہ بات کسی کو نہیں بتائے گا، اس لئے تمہیں بھی خدا کا واسطہ ہے بی بی تم بھی اس بات کو یہیں ختم کرو، دیکھو ام تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہے۔'' پری گل کے جڑے ہاتھ اور بہتے آنسو اور اس کا دیا خدا کا واسطہ سجل آفریدی کو چپ کرا گیا تھا، اس نے یہ بات اپنے دل کے نہاخانوں میں چھپا لی تھی، مگر اس کے بعد اس کو زیان آفریدی کی شکل تو کیا نام سے بھی نفرت ہو چکی تھی۔

پری گل نے جو جھوٹی کہانی اس کو بتائی تھی، وہ سجل کو زیان سے بہت دور لے گئی تھی، اس کے بعد وہ صرف دو دن حویلی میں رہی تھی منال آپی یوں ایکدم اس کی واپسی کی رٹ پہ پریشان ہو گئیں تھیں ان کے بار روکنے پہ بھی اس کا یہی اصرار تھا کہ اسے آج اور ابھی واپس جانا ہے۔

''ٹھیک ہے چلی جانا، لیکن آج نہیں دو دن بعد رومان اسلام آباد جا رہے ہیں کسی کام سے وہ تمہیں بھی لے جائیں گے۔'' آپی نے اس کو ساتھ لگا کر اس کی پیشانی چومی تھی، انہیں یہی لگا تھا کہ لالہ گل کی موت کی وجہ سے وہ بہت ڈسٹرب ہو گئی ہے اس لئے اس کو روکنے کی مزید کوشش نہیں کی تھی۔

رات کو جب اس بات کا پتہ زیان آفریدی کو چلا کہ سجل واپس جا رہی ہے تو وہ اس کے کمرے میں چلا آیا تھا، وہ بیڈ پر لیٹی چھت کو گھورتے لالہ گل کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی جب زیان اپنے ہی دھیان میں دستک دیئے بغیر اندر داخل ہوا تھا، دروازہ کھلنے کی آواز پہ سجل نے گردن گھما کر دیکھا تھا اور اگلے ہی پل وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھی۔

''ایکسیوزمی آپ میں اتنے ایٹی کیٹس نہیں ہیں کہ کسی کے کمرے میں آنے سے پہلے دروازہ ناک کرتے ہیں۔'' پاس پڑا دوپٹہ اٹھا کر شانوں پہ پھیلاتے اس نے زہر خند لہجے میں کہا تھا لیکن زیان اس کے الفاظ و لہجے اور شکنوں سے بھری پیشانی کی طرف دھیان دیئے بغیر بولا تھا۔

''سجل یہ میں کیا سن رہا ہوں کہ تم واپس جا رہی ہو۔'' زیان کی بات پہ اس نے ایک نظر اس کی سمت دیکھا تھا اور انتہائی چبا چبا کر بولی تھی۔

''جی بالکل ٹھیک سنا ہے آپ نے کہ میں واپس جا رہی ہوں، کیوں آپ کو کوئی اعتراض ہے کیا؟'' زیان نے اس بار بھی اس لہجے پہ غور نہیں کیا تھا وہ ایک ایک قدم اٹھاتا اس کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔

''ہاں ہے نا اعتراض لیکن مجھے نہیں میرے دل کو۔'' اس کو کندھوں سے تھام کر وہ گمبھیر لہجے میں بولا تھا لیکن جونہی اس نے سجل کے کندھوں کو چھوا تھا وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی تھی۔

''دیکھو اپنی حد میں رہو، میں رہوں یا جاؤں تم کو کوئی حق نہیں پہنچتا مجھے روکنے کا۔'' اس نے لہجے میں ناگواری سموئے غصے سے زیان کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا تھا، لیکن زیان نے اس بار بھی اس کی ناگواری کا کوئی خاص نوٹس نہ لیا تھا اور نہ ہی یہ دھیان دیا تھا کہ وہ بھی ہمیشہ اس کو آپ کہہ کر مخاطب کرتی تھی، اب تم پہ آ گئی تھی، وہ تو اپنی ہی سرشاری میں تھوڑا سا اس کی طرف جھکتے

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

ہوئے شرارتی لہجے میں بولا تھا۔

''اچھا جی اور اگر میں آپ کو یہاں روکنے کا حق حاصل کرلوں تو پھر۔'' اس کی بات پہ سجل گویا انگاروں پہ لوٹ گئی تھی۔

''مسٹر آفریدی دن میں خواب دیکھنا اچھی عادت ہے مگر اتنی بھی نہیں یہ یاد رکھیں کہ دن کے خوابوں کی کوئی حقیقت کوئی تعبیر نہیں ہوتی ہے اور جو خواب آپ دیکھ رہے ہیں اسے تو میں ہرگز بھی پورا نہیں ہونے دوں گی۔'' اپنی بات کہہ کر وہ کمرے سے نکل گئی جبکہ زیان وہاں کھڑا سوچ رہا تھا کہ وہ تو اس سے اس طرح بات نہیں کرتی تھی پھر آج ایسا کیا ہوا تھا۔

پھر اس کی واپسی کے دو دن بعد وہ جب ابی پاپا سے زیان آفریدی کے لئے اس کا ہاتھ مانگنے آئے تھے اور جب پاپا نے اس سے اس کی مرضی پوچھی تھی تو اس نے صاف انکار کر دیا تھا، ابی اور منال آپی کے بار بار رشتہ لانے اور مما کے بے انتہا غصے کا سامنا کرنے کے باوجود اس کی ناں ہاں میں نہ بدلی تھی جبکہ دوسری طرف زیان اس کے علاوہ کسی اور کو اپنا ہم سفر بنانے کو تیار نہ تھا، لیکن وہ جب بھی آفریدی ہاؤس جاتا اس کو دیکھتے ہی سجل کے نقوش تن جاتے تھے، اس کو دیکھتے ہی زیان کے چہرے پہ بکھر جانے والی مسکراہٹیں اور روشنیاں سجل کو ہمیشہ زہر لگا کرتی تھیں، اس کے بار بار کے انکار سے تنگ آ کر ابی نے زیان کی شادی روشانے سے کر دی تھی تو پری گل بہت خوش ہوئی تھی، پری گل اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکی تھی، اگر زیان آفریدی اس کا نہ ہوا تھا تو سجل آفریدی کی محبت بھی اس کے حصے میں نہ آئی تھی، اب جب وہ زیان کو گم صم کھویا کھویا سا دیکھتی تو اس کے دل میں خوشی کی ایک انوکھی لہر سر اٹھاتی تھی اس کو کمینی سی خوشی محسوس ہوتی۔

☆☆☆

منال کافی دنوں سے نوٹ کر رہی تھیں کہ روشانے کچھ چپ چپ اور پریشان سی دکھائی دے رہی ہے، اگرچہ بہت زیادہ تو وہ پہلے بھی نہ بولتی تھی لیکن اب کچھ زیادہ ہی خاموش رہنے لگی تھی، انہیں وہم ہونے لگا تھا کہ ضرور اس کا زیان سے کوئی جھگڑا ہوا ہے اور جب انہوں نے اس سلسلے میں روشانے سے پوچھا تو وہ ہلکے سے مسکرا دی تھی۔

''نہیں بھابی بھلا ہمارا جھگڑا کیوں ہونے لگا۔'' منال نے اس کی بات پہ بہت دھیان سے اس کے چہرے کو دیکھا تھا اس کی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں کا ساتھ نہ دے رہی تھی اور اس کے چہرے نے منال کو اور تشویش میں مبتلا کر دیا تھا، تبھی روشانے کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولیں تھیں۔

''روشی اگر تم واقعی مجھے اپنی بڑی بہن سمجھتی ہو تو پلیز مجھے بتاؤ کہ ایسی کون سی بات ہے جس نے تمہیں اتنا پریشان کر رکھا ہے۔'' ان کی بات پہ روشانے نے ایک پل کو ان کی طرف دیکھا تھا پھر بہت دکھ سے گویا ہوئی تھی۔

''میں تو آپ کو اپنی بڑی بہن ہی سمجھتی ہوں بھابی مگر لگتا ہے کہ آپ مجھے اپنی بہن نہیں سمجھیں تبھی تو اتنی بڑی بات مجھ سے چھپائی۔'' روشانے کی بات پہ منال نے چونک کر اس کی سمت دیکھا تھا۔

''کیا مطلب روشانے، ایسا کیا چھپایا ہے میں نے تم سے۔''

''یہی کہ زیان شادی سے پہلے کسی اور کو پسند کرتے تھے اتنا زیادہ کہ وہ اس لڑکی کی تصویر آج بھی ان کے والٹ میں لگی ہے۔'' روشانے کی بات پہ منال آفریدی گویا زلزلوں کی زد میں

تھیں وہ اچھی طرح جان گئیں تھیں کہ وہ تصویر کس لڑکی کی تھی، بظاہر یوں لگتا تھا کہ زیان سجل کو بھول چکا ہے، تو کیا وہ ابھی تک..... اس سے زیادہ منال سے سوچا ہی نہ گیا تھا، انہیں خاموش دیکھ کر روشانے آنسو بھرے لہجے میں مزید کہا تھا۔

''مجھے بہت افسوس ہے بھابھی کہ آپ نے بھی مجھ سے سچ چھپایا، مجھے آپ سے یہ امید نہ تھی۔'' پھر روشانے تو اٹھ گئی لیکن منال کتنی دیر تک ساکت و صامت وہاں بیٹھی رہیں، اس سوچ نے انہیں مضطرب کر دیا تھا کہ اگر روشانے کو پتہ چل گیا کہ وہ تصویر کسی اور لڑکی کی نہیں بلکہ ان کی بہن کی ہے تو روشانے کی نظروں میں ان کی کیا عزت رہ جائے گی، اگرچہ اس معاملے میں ان کی بہن کا کوئی قصور بھی نہ تھا اسے تو خبر بھی نہ ہو گی کہ وہ شخص آج بھی اپنے والٹ میں اس کی تصویر لئے پھرتا ہے۔

اگلے دن بچوں کو سکول بھیجنے سے پہلے وہ ان کو پاکٹ منی دے رہی تھیں جب انہوں نے صوفے پہ بیٹھے زیان کو پکارا تھا جو ٹی وی آن کیے کوئی مارننگ شو دیکھ رہا تھا، روشانے اپنے کمرے میں تھی اس وقت لاؤنج میں وہ دونوں اکیلے تھے۔

''زیان تمہارے پاس کچھ کھلے پیسے ہوں گے آئی مین دو تین سو۔''

''جی۔'' زیان نے انہیں پیسے دینے کے لئے والٹ نکالا تھا وہ والٹ سے پیسے چیک کر رہا تھا جب منال نے آگے بڑھ کر والٹ اس کے ہاتھ سے چھین لیا تھا، اس سے پہلے کہ زیان سنبھلتا اور ان سے والٹ واپس لیتا انہوں نے اس کے اندر موجود سجل کی تصویر نکال کر اس کے سامنے لہرائی تھی۔

''واٹ از دس۔'' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان کی سمت دیکھ رہا تھا بولنے کے لئے تو گویا اس کے پاس کچھ تھا ہی نہیں اور اسے یوں خاموش دیکھ کر منال مزید گویا ہوئیں تھیں۔

''شرم آنی چاہیے تمہیں شادی شدہ ہو کر ایسی حرکتیں کرتے ہوئے اور کچھ نہیں تو میرا ہی خیال کر لیتے، سوچو اگر تمہاری بیوی کو یہ پتا چل جاتا کہ تمہارے والٹ میں موجود تصویر کسی اور لڑکی کی نہیں میری بہن کی ہے تو کیا عزت رہ جاتی اس کی نظروں میں میری اور اگر وہ مجھ سے یہ پوچھ لیتی کہ میری بہن کی تصویر اس کے شوہر کے والٹ میں کیا کر رہی ہے تو میں اس کو کیا جواب دیتی۔'' غصے سے اسے دیکھتے منال نے کہا تھا لیکن وہ لب بھینچے خاموش بیٹھا رہا، جیسے کہنے کو کچھ نہ بچا ہو اور بچا بھی تو کچھ نہ تھا سجل آفریدی تو پہلے ہی اس کی نہ ہو سکی تھی اس دشمن جان کی ایک تصویر تھی وہ بھی آج سے گئی، ٹی وی سکرین پر نگاہیں جمائے لب بھینچے خود پہ ہزار ضبط کرتے بھی اس کی آنکھوں کے کنارے بھیگ گئے تھے تو اس اونچے لمبے مرد کو یوں روتے دیکھ کر منال کا دل کٹ کے رہ گیا تھا، ان کا سارا غصہ بھک سے اڑ گیا تھا۔

''کیوں روتے ہو اس کے لئے جس کو تمہاری محبت تمہارے جذبوں کی قدر ہی نہ تھی بھول جاؤ اسے نہیں ہے وہ اس قابل کہ اسے یاد رکھا جائے۔'' زیان کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے انہوں نے کہا تو ان کا اپنا لہجہ بھی بھیگ گیا تھا، زیان اب بھی خاموش ہی رہا تھا، اس کی بھیگی پلکوں کو دیکھ کر منال مزید بولیں تھیں۔

''روشانے بہت اچھی لڑکی ہے زیان بہت محبت کرتی ہے وہ تم سے، لیکن تم اس کو وہ توجہ وہ محبت نہیں دے پا رہے ہو جو اس کا حق ہے اور تو اور اپنے بیٹے تک کو اگنور کر جاتے ہو اور اس چیز کو

READING CORNER http://readingcornerblogspot.com/

اب روشانے نے بھی نوٹ کرنا شروع کر دیا ہے، تبھی تو اتنی پریشان رہنے لگی ہے، میری جان ایک ایسی لڑکی کے لئے جس نے تمہاری محبت کو ٹھکرا دیا اپنی فیملی کو ڈسٹرب مت کرو، تم سمجھ رہے ہو نا میری بات کو۔'' منال کی بات پہ اس نے سر کو اثبات میں ہلا دیا تھا، بولا اب بھی کچھ نہ تھا، منال کچھ دیر اس کے سپاٹ تاثرات سے سجے چہرے کو دیکھا تھا جو بظاہر ٹی وی سکرین پہ نظریں جمائے ہوئے تھا لیکن اس کے اندر کیا چل رہا ہے وہ نہ جانتی تھیں لیکن اس کے بعد یہ ضرور ہوا تھا کہ اب وہ پہلے کی نسبت اپنے بیوی بچوں کو ٹائم دینے لگا تھا، شاہ نیل کو اس نے کبھی نظر بھر کر دیکھا نہ تھا، نہ ہی کبھی اٹھایا تھا مگر اب وہ اکثر زیان کی گود میں پایا جاتا تھا، وہ سجل آفریدی کو بھولا تھا یا نہیں یہ تو کوئی نہ جانتا تھا مگر اب وہ ہنسنے بولنے لگا تھا ایک بار پھر اس کے قہقہے حویلی کے در و دیوار میں گونجنے لگے تھے، لیکن یہ قہقہے اندر سے کتنے کھوکھلے ہوتے تھے یہ صرف زیان آفریدی کا دل جانتا تھا، باقی سب تو اس کی ذات میں آنے والی اس خوشگوار تبدیلی پہ خوش تھے خاص کر اس کے ابی، اسے روشانے اور شاہ نیل کے ساتھ خوش دیکھ کر وہ مطمئن ہو گئے تھے کہ ان کا بیٹا اپنی لائف میں سیٹ ہو رہا ہے، وقت کا کام آگے بڑھنا ہے سو اپنی مخصوص رفتار سے بڑھتا رہا اور دو سال گزر گئے، شاہ نیل دو سال کا ہوا تو روشانے ایک بار پھر امید سے ہو گئی۔

☆☆☆

منال اور روشانے کو بچوں کے اور اپنے لئے شاپنگ کرنا تھی روشانے نے اپنا منتھلی چیک اپ بھی کروانا تھا منال نے زیان کو ساتھ چلنے کو کہا لیکن اس نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا۔

''نا بابا نا، آپ لوگوں کو شاپنگ کروانے سے بہتر ہے بندہ گھر میں بیٹھ کر دس جوتے کھا لے۔'' پھر منال کے اصرار پہ بھی وہ نہ مانا تو وہ دونوں رومان کے ساتھ چلی گئیں، رومان کو پشاور کوئی کام تھا روشانے کو ڈاکٹر کو دکھانے کے بعد رومان انہیں بازار اتار کر یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ وہ فارغ ہو کر انہیں کال کر لیں، شاپنگ سے فارغ ہو کر جب انہوں نے رومان کو فون کیا تھا تو وہ اچھا خاصا تپ گئے تھے۔

''ابھی بھی کیا ضرورت ہے واپس جانے کی، میں تو کہتا ہوں ادھر بازار میں ہی رہ لو رات بھی، صحیح کہا تھا زیان نے تم لوگوں کو شاپنگ کروانے سے بہتر ہے بندہ دس جوتے کھا لے۔'' انہوں نے منال کو اچھا خاصا جھاڑ کے رکھ دیا تھا جس پہ وہ محض ہنس دی تھیں، کیونکہ غلطی ان سے بھی ہوئی تھی شاپنگ کے دوران انہیں وقت کا بالکل احساس نہ رہا تھا پہلے ڈاکٹر کے پاس کافی ٹائم لگا دیتی، پھر انہوں نے شاپنگ کرتے پوری کر دی فون پہ تو جو ڈانٹ پڑی وہ پڑی روبرو آ کر بھی اچھی خاصی جھاڑ سننے کو ملی تھی۔

''روشانے تمہیں تو میں اچھا خاصا سمجھدار سمجھتا تھا، تم ہی وقت کا احساس دلا دیتی ان محترمہ کو، کیونکہ انہیں تو شاپنگ کرتے کچھ ہوش نہیں رہتا۔'' رومان نے چڑ کر کہا تو منال اس بار چپ نہ رہ سکی۔

''خیر اب ایسی بھی بات نہیں ہے، آپ کو بس موقع چاہیے ہوتا ہے میری بے عزتی کرنے کا۔'' منال کو روشانے کے سامنے اپنی عزت افزائی پہ واقعی غصہ آ گیا تھا تو اس کا پھولا منہ دیکھ کر رومان کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ انہیں روشانے کے سامنے اس طرح نہیں کہنا چاہیے تھا، تبھی شرارت سے بولے تھے۔

''ارے بیگم ہماری ایسی کہاں جرأت کہ آپ کی بے عزتی کر سکیں۔'' ان دونوں میاں بیوی کی نوک جھونک پہ روشانے مسکرا رہی تھی، شہر کی حدود سے نکلتے نکلتے اچھا خاصا اندھیرا پھیل چکا تھا، مجتبیٰ آفریدی انہیں دیر ہونے کی وجہ سے گھر میں غصہ ہو رہے تھے۔

''زیان فون کر کے پتہ کرو بیٹا کہ کہاں رہ گئے ہیں وہ، اب تو اندھیرا ابھی پھیل چکا ہے اب تک تو آ جانا چاہیے تھا۔'' پتہ نہیں کیا وجہ تھی کہ انہیں صبح سے ہی عجیب سی بے چینی نے گھیر رکھا تھا جو ہر گزرتے منٹ کے ساتھ بڑھتی ہی جا رہی تھی، وہ بار بار سامنے وال کلاک کی طرف دیکھ رہے تھے۔

''ابی جان آپ تو یونہی پریشان ہو جاتے ہیں، ابھی تھوڑی دیر پہلے تو لالہ سے بات ہوئی ہے میری وہ شہر سے نکل آئے ہیں۔'' اس کی بات سن کر مجتبیٰ آفریدی کمرے میں چلے گئے تو وہ بھی ملازمہ سے بچوں کو کھانا کھلا کر سلانے کا کہہ کر ٹی وی آن کر کے بیٹھ گیا، ابھی اسے ٹی وی دیکھتے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ اس کا موبائل بجنے لگا سکرین پہ رومان لالہ کا نمبر دیکھ کر اس کے لب مسکرا اٹھے تھے۔

''یار لالے کہاں رہ گئے ہیں آپ لوگ، یہاں ابی اتنا پریشان ہو رہے ہیں۔'' اس نے فون کان سے لگاتے ہوئے کہا تھا۔

''کیا آپ زیان آفریدی ہیں؟'' اس نے خاموش ہوتے ہی دوسری طرف کسی اجنبی آواز میں سوال کیا گیا تھا، اس سوال پہ اس نے کافی حیران ہو کر دوبارہ موبائل سکرین چیک کی تھی نمبر تو رومان لالہ کا ہی تھا تو یہ آدمی کون تھا۔

''جی میں زیان آفریدی ہی ہوں مگر آپ کون ہیں اور میرے لالہ کا فون آپ کے پاس کیسے؟'' اسے تشویش نے گھیر لیا تھا، تبھی پریشان کن لہجے میں استفسار کیا تو جواب میں جو خبر اس آدمی نے دی تھی اس نے زیان آفریدی کے قدموں تلے سے گویا زمین کھینچ لی تھی۔

''ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے اور ان کے ساتھ جو دو خواتین تھیں ان میں سے ایک کی ڈیتھ تو موقع پہ ہی ہو گئی تھی جبکہ دوسری والی کی حالت بھی بہت خراب ہے اور آپ کے لالہ کی حالت بھی کافی خراب ہے، ہم لوگوں نے ان کو ہاسپٹل پہنچا دیا ہے۔'' پھر اس آدمی نے ہی پشاور کے اس اسے ہاسپٹل کا نام بتایا تھا جس میں وہ رومان لوگوں کو لے کر گئے تھے، پھر وہ اور ابی جس طرح ہاسپٹل پہنچے تھے یہ صرف وہ دونوں ہی جانتے تھے، اس سے تو گاڑی ڈرائیو ہی نہ ہو رہی تھی، جب وہ ہاسپٹل پہنچے تو منال آفریدی کے ساتھ روشانے آفریدی بھی اس دنیا سے جا چکی تھی، رومان آفریدی آئی سی یو میں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے تھے، جوان بہوؤں کی نعشیں اور بیٹے کو زندگی اور موت کی کشمکش میں دیکھ کر مجتبیٰ آفریدی وہیں زمین پہ ڈھے گئے تھے۔

زیان آفریدی بہتے آنسوؤں اور کانپتے ہاتھوں سے کبھی ابی کو سنبھال رہا تھا تو کبھی شاذم، حذیفہ اور بلال کے نمبر ٹرائی کر رہا تھا، لیکن کوئی بھی فون اٹینڈ نہ کر رہا تھا، کافی دیر بعد بلال نے کال ریسیو کی تھی اور یہ سن کر کہ منال آفریدی اب اس دنیا میں نہیں رہی وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا تھا، رومان کو پورے دو دن بعد ہوش آیا تھا تب تک منال اور روشانے کے قل بھی ہو چکے تھے، یہ جان کر ان کی محبوب بیوی اور بھابھی اس حادثے میں اپنی زندگیاں ہار گئیں ہیں وہ کچھ اس طرح روئے تھے کہ وہاں موجود ڈاکٹر اور نرس بھی رو دیئے تھے۔

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

☆☆☆

اس حادثے کو چھ ماہ گزر گئے تھے اور مجتبیٰ آفریدی ان چھ مہینوں میں ہی بہت بوڑھے دکھائی دینے لگے تھے، ان کے جوان بیٹوں کے گھر کیسے لمحوں میں برباد ہوئے تھے ایک قیامت تھی جو حویلی پہ ٹوٹ گئی تھی، اپنے پوتے پوتیوں کو روتے دیکھ کر وہ ہزار ضبط کے باوجود بھی رو دیتے، شہان اور زرش تو پھر بھی تھوڑے سمجھدار تھے، مگر ارسل اور شاہ نیل تو اکثر اپنی ماؤں کے لئے ضد کرتے تھے، شاہ نیل تو ابھی صرف دو سال کا تھا، وہ ضد پہ آ جاتا تو ملازمہ سے بھی سنبھالنا مشکل ہو جاتا، شروع میں تین ماہ شہر بانو آفریدی حویلی میں ہی رہیں تھیں بچوں کو روتے دیکھ کر وہ بھی اکثر رونے لگتیں جس سے ان کی طبیعت خراب رہنے لگی تو حذیفہ جو ایک دن ان سے ملنے آیا تھا ان کو شدید بخار میں مبتلا دیکھ کر اپنے ساتھ آفریدی ہاؤس لے گیا، مگر وہ اب بھی ہر پندرہ دن یا مہینے بعد حویلی چکر ضرور لگاتی تھیں، اس دن بھی مرتضیٰ آفریدی اور وہ بچوں سے ملنے آئے ہوئے تھے کہ مجتبیٰ آفریدی ایک بار پھر سجل اور زیان کے رشتے کے لئے ان کے سامنے سوالی بن گئے، اس بار ان کے بہتے آنسو اور کانپتا نحیف وجود مرتضیٰ آفریدی کے ہونٹوں پہ قفل لگا گیا یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان کی بیٹی اس رشتے کے لئے کبھی نہیں مانے گی وہ مجتبیٰ آفریدی کو انکار نہ کر سکے تھے، ان کا سر خود بخود اقرار میں ہل گیا تھا۔

''ٹھیک ہے لالہ جی، جیسے آپ کی مرضی، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' ان کے اقرار پہ جہاں مجتبیٰ آفریدی کے تفکر زدہ چہرے پہ خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی وہیں شہر بانو آفریدی نے کافی حیران و پریشان ہو کر اپنے شوہر کی سمت دیکھا تھا۔

یہ کیسا فیصلہ کر رہے تھے یہ جانتے ہوئے بھی کہ ان کی لاڈلی بیٹی نے تو آج تک اٹھ کر پانی کا گلاس تک بھر کے نہ پیا تھا تو کہاں اتنے بچوں کی ذمہ داری، شہر بانو اچھی طرح جانتی تھیں کہ سجل اتنی بڑی ذمہ داری اٹھانے کے اہل نہ تھی، لیکن واپس آتے ہوئے گاڑی میں جب انہوں نے اپنے ان خدشات کا اظہار مرتضیٰ آفریدی سے کیا تھا تو وہ لاپرواہی سے بولے تھے۔

''اوہو بیگم آپ بھی نا، بھئی جب سر پہ پڑتی ہے تو سب آ جاتا ہے اور ویسے آپ کو تو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ وہی زیان آفریدی ہے جس کے ساتھ سجل کی شادی کرنے کی خواہش سب سے زیادہ آپ کو ہی تھی۔''

''جی تھی بالکل تھی مگر تب حالات اور تھے۔'' ان کی بات پہ مرتضیٰ آفریدی نے لمحہ بھر کو گردن موڑ کر اپنی شریک حیات کو دیکھا تھا پھر انتہائی طنز سے گویا ہوئے تھے۔

''تو گویا اب آپ کو اعتراض زیان کی پہلی شادی اور ایک بیٹے کا باپ ہونے کی وجہ سے ہے۔'' مرتضیٰ آفریدی کے الفاظ پہ شہر بانو نے انتہائی تاسف اور غصے کا ملا جلا تاثر لئے دیکھا تھا پھر بہت دکھ سے بولیں تھیں۔

''مجھے ہرگز یہ اندازہ نہ تھا مرتضیٰ کہ آپ میری اس بات کا اتنا غلط مطلب لیں گے، ورنہ کبھی اعتراض نہ کرتی اور ایک بات آپ پہ واضح کر دوں کہ زیان مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے اپنے بچوں سے بھی زیادہ، وہ دو تو کیا دس بچوں کا باپ بھی ہوتا تو اس وجہ سے ہرگز انکار نہ کرتی اور اب بھی اگر اعتراض ہے تو صرف اور صرف اپنی بیٹی کے لاابالی پن کی وجہ سے، زیان کی پہلی شادی یا بیٹے کی وجہ سے ہرگز نہیں۔'' شہر بانو

آفریدی کی آخری بات سن کر مرتضیٰ آفریدی انہیں تسلی دیتے ہوئے بولے تھے۔

''بیگم جب ذمہ داری ڈلتی ہے تو نبھانی بھی آ جاتی ہے آپ فکر نہ کریں۔'' اس کے بعد شہر بانو آفریدی چپ کر گئیں وہ مزید کچھ بھی کہہ کر مرتضیٰ کی اس سوچ پر مہر ثابت نہیں کرنا چاہتی تھیں کہ انہیں اعتراض زیان کے بیٹے کی وجہ سے ہے۔

گھر آ کر جب رات کو کھانے کی میز پہ مرتضیٰ آفریدی نے یہ بتایا کہ وہ سجل کا رشتہ زیان سے طے کر آئے ہیں تو ڈائننگ ہال میں ایکدم خاموشی چھا گئی تھی۔

سب کی نظریں سجل کے چہرے پہ جا ٹھہریں تھیں، اس کا منہ کو نوالہ لے کر جاتا ہاتھ وہیں جم گیا تھا وہ پھٹی پھٹی بے یقین نگاہوں سے پاپا کو دیکھے جا رہی تھی اور اسے اس طرح دیکھتے پا کر ہی مرتضیٰ آفریدی مزید بولے تھے۔

''لالہ جان مجھ سے پہلے بھی کئی بار سجل کا رشتہ زیان کے لئے مانگ چکے تھے اور میں ہر بار انہیں انکار کر دیتا تھا مگر اس دفعہ میں ان کو انکار نہیں کر سکا تو اس کی ایک وجہ یہ اور وہ ہے منال کے بچے، فرض کریں اگر کل کو رومان دوسری شادی کر لیتا ہے تو بچے تو سوتیلی ماں کے رحم و کرم پر آ جائیں گے، ایسے میں سجل کی اس حویلی میں موجودگی ان کے لئے بہت ضروری ہے اور اسی لئے میں نے لالہ کو ہاں کہا ہے، اس یقین کے ساتھ کہ میری بیٹی میری بات کی لاج رکھے گی۔''

آخر میں انہوں نے سجل پہ ایک نظر ڈال کر کہا تھا، تو وہ جو ساکت بیٹھی ان کی بات سن رہی تھی چیخ واپس پلیٹ میں رکھ کر ان سے مخاطب ہوئی تھی۔

''پاپا آپ آپی کے بچوں کی وجہ سے میری شادی حویلی میں کر رہے ہیں نا، تو اگر مجھے اپنی بہن کے بچوں کی وجہ سے ہی اس حویلی میں بیاہ کر جانا ہے تو ان کے چاچو سے شادی کر کے کیوں، ان کے باپ سے کیوں نہیں۔'' اس کے الفاظ پہ وہاں موجود سبھی نفوس کے بے یقینی سے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے تھے کہ وہ کیا کہہ رہی تھیں کیونکہ رومان کو تو اس نے ہمیشہ شازم، حذیفہ اور بلال لالہ جتنی عزت دی تھی، اس نے ان چاروں میں بھی کوئی فرق نہ کیا تھا تو پھر اب ایسی بات وہ کیسے کر سکتی تھی۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے سجل، تم کو اندازہ ہے کہ تم کیا کہہ رہی ہو۔'' شہر بانو آفریدی نے غصے سے اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

''جی مما مجھے اچھی طرح اندازہ ہے کہ میں کیا کہہ رہی ہوں، اپنی بہن کے بچوں کے لئے میں رومان لالہ سے شادی کرنے کو تیار ہوں مگر زیان آفریدی سے شادی میں ہرگز نہیں کروں گی۔'' اپنا فیصلہ سنا کر وہ تو کرسی دھکیلتے اٹھ گئی، شہر بانو آفریدی نے انتہائی پریشانی میں اپنے شوہر کی طرف دیکھا تھا، پریشانی ان کے چہرے پہ بھی ڈیرے ڈالے ہوئے تھی اپنی بیٹی کی ضد سے وہ دونوں اچھی طرح واقف تھے اگر ایک بار کسی بات پہ اڑ جاتی تھی تو اس سے ہٹانا مشکل ہو جاتا تھا۔

ایک ہفتے بعد جب مجتبیٰ آفریدی نے نکاح کی ڈیٹ لینے کے لئے کال کی تو مرتضیٰ کو مجبوراً وہ بات انہیں بتانا پڑی تھی جس نے پچھلے ایک ہفتے سے انہیں ڈسٹرب کر رکھا تھا اور ڈسٹرب تو مجتبیٰ بھی ہو گئے، وہ جانتے تھے کہ رومان کبھی بھی نہیں مانے گا سجل کے لئے زیان کے جذبات اس سے پوشیدہ تو نہ تھے پھر پہلے ہی وہ صاف الفاظ میں دوسری شادی سے انکار کر چکا تھا جب انہوں نے اس سے دوسری شادی کی بات کی تھی تو اس نے دوٹوک الفاظ میں انکار کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

اپنے بچوں کے سر پہ سوتیلی ماں مسلط نہیں کر سکتا، اس کے خیال میں کوئی بھی عورت اپنے شوہر کی ایک آدھ پہلی اولاد کی ذمہ داری تو شاید خوشی خوشی نبھا لے مگر تین تین کی ذمہ داری کوئی مشکل سے ہی لیتا ہے اور وہ کسی کو اس مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے تبھی تو انہوں نے ابی کو مرتضیٰ انکل سے زیان اور سجل کے رشتے کی بات کرنے کو کہا تھا ان کے خیال میں سجل ہی اپنی بہن کے بچوں کی ذمہ داری صحیح طریقے سے نبھا سکتی تھی، مگر سجل سے اپنی شادی کا انہوں نے کبھی سوچا بھی نہ ہوگا اور مجتبیٰ آفریدی جانتے تھے کہ یہ بات سن کر ان کا ردعمل کیا ہوگا اور پھر وہی ہوا تھا جب شام کو انہوں نے رومان کو سجل کے فیصلے سے آگاہ کیا تھا تو مارے غصے کے رومان کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

''دماغ خراب ہو گیا ہے اس کا بھی اور شاید چاچو کا بھی۔'' وہ دانت پیستے ہوئے بولے تھے انہیں اتنا غصہ تھا کہ اگر اس وقت سجل ان کے سامنے ہوتی تو وہ اس کا گلا دبانے سے بھی دریغ نہ کرتے اتنی گھٹیا بات سوچنے پہ۔

''اس میں مرتضیٰ کا کیا قصور ہے یہ تو سجل کا فیصلہ ہے اس نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ تو شادی کر سکتی ہے مگر زیان سے نہیں تو.....'' بات کرتے کرتے ابی کی نظر سامنے اٹھی تھی تو وہ ایکدم چپ کر گئے ان کا یوں سامنے دیکھنا اور پھر چپ ہو جانا رومان نے بھی نوٹ کیا تھا، ایک خدشے نے ان کے اندر سر اٹھایا تھا انہیں کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا، انہوں نے تیزی سے گردن موڑ کر ابی کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تھا صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر بظاہر ٹی وی دیکھنے میں مگن زیان ان کی ساری باتیں سن چکا تھا اس چیز کا اندازہ انہیں اس کے بھینچے اور دھواں دھواں ہوتے چہرے سے ہو گیا تھا۔

''یہ کب آیا؟'' دونوں ہی اپنی اپنی جگہ سوچ رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ خود کو اس بات پہ کوس بھی رہے تھے کہ وہ اس کی آمد سے بے خبر کیسے ہو گئے۔

تین عدد نفوس کی موجودگی کے باوجود لاؤنج میں خاموشی کا راج تا پھر ابی تو اٹھ کر چلے گئے رومان بھی کچھ دیر بیٹھ کر اٹھ گئے، مگر زیان آفریدی وہاں بیٹھا سجل آفریدی کی اپنے لئے نفرت کی انتہاؤں کو سوچتا رہا، وہ ساری رات اس نے سگریٹ پھونکتے گزاری تھی ایک بار پھر ٹھکرائے جانے کا دکھ اسے اندر تک سلگا گیا تھا، ساری رات اس نے جاگ کر گزاری تھی۔

تو نیند رومان آفریدی کو بھی نہ آ رہی تھی وہ بے تابی سے صبح ہونے کا انتظار کر رہے تھے، صبح ہوتے ہی وہ بغیر ناشتہ کیے اسلام آباد کے لئے نکل گئے تھے، مرتضیٰ آفریدی کے آفس میں ان دونوں کی اس ٹاپک پہ کوئی دو گھنٹے بحث ہوئی تھی، رومان آفریدی سجل اور زیان کے نکاح کی ڈیٹ مانگ رہے تھے تو مرتضیٰ آفریدی انہیں یہ سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے کہ وہ اپنی پڑھی لکھی باشعور بیٹی کے ساتھ زبردستی کیسے کر سکتے ہیں جب وہ اس رشتے پہ راضی نہیں ہے تو، تقریباً دو گھنٹے کی بحث کے بعد جب رومان آفریدی، مرتضیٰ آفریدی کو منانے میں کامیاب ہو ہی گئے تھے، وہ مرتضیٰ آفریدی کے آفس سے نکاح کی ڈیٹ لے کر ہی اٹھے تھے، سجل کی ہاؤس جاب کمپلیٹ ہونے میں صرف ڈیڑھ ماہ باقی تھا اور نکاح کی ڈیٹ ڈیڑھ ماہ بعد کی ہی رکھی گئی تھی رومان آفریدی نے شازم، حذیفہ اور بلال کا بھی شکریہ ادا کیا تھا جنہوں نے مرتضیٰ آفریدی سے یہ بات منوانے میں ان کا خوب ساتھ دیا تھا۔

☆☆☆

ہاؤس جاب کمپلیٹ ہونے کے ایک ہفتے بعد اس کا زیان سے نکاح کر دیا گیا، نکاح نہایت سادگی سے کیا گیا کیونکہ یہ دونوں فیملز کا مشترکہ فیصلہ تھا، حویلی سے بارات کے نام پہ دو گاڑیوں میں صرف چند افراد آئے تھے، ایک گاڑی میں زیان اور رومان لالہ تھے تو دوسری گاڑی کو جس میں ابی کے ساتھ بچے بھی تھے، عارف خان ڈرائیو کر کے لایا تھا، واپسی میں حویلی پہنچتے پہنچتے کافی رات ہو گئی تھی، حویلی میں اس کا استقبال نہایت سادگی سے کیا گیا، جس پہ سجل آفریدی کا دل راکھ راکھ ہو گیا تھا، اپنی شادی کے حوالے سے ہر لڑکی کے کچھ خواب کچھ ارمان ہوتے ہیں بالکل ویسے ہی اس کے بھی اس دن کے حوالے سے ڈھیروں خواب تھے اور اس کے وہ سارے خواب اس بری طرح ٹوٹ کر چکنا چور ہوئے تھے کہ اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا، اس کے سارے بہن بھائیوں کی شادیاں بہت دھوم دھام سے کی گئیں تھیں، منال آپی کی شادی پہ اگرچہ وہ اتنی بڑی تو نہ تھی مگر پھر بھی اس کو اچھی طرح یاد تھا کہ کس طرح اس کی شادی کا ہر فنکشن دھوم دھام سے منایا گیا تھا، مایوں، مہندی، بارات، ولیمہ سب بہت شاندار تھا، شادی کی ہر رسم کی گئی تھی آفریدی ہاؤس میں بھی اور حویلی میں بھی، اس دن وہ دلہن بنی آپی کے ساتھ ہی حویلی آ گئی تھی، اسے آج بھی یاد تھا کہ ساری حویلی کیسے دلہن کی طرح سجائی گئی تھی مگر آج تو لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہاں پہ کیسی کی شادی ہے، نئی دلہن کے استقبال کا کوئی اہتمام نہیں کہا گیا تھا، کچھ دیر بڑے کمرے میں بٹھانے کے بعد ملازمہ اسے زیان آفریدی کے کمرے میں چھوڑ گئی تھی، بیڈ پہ بیٹھے وہ کمرے کی ایک ایک چیز کا جائزہ لے رہی تھی، وہ کمرہ کہیں سے بھی کسی نئی دلہن کا کمرہ نہیں لگ رہا تھا، وہ بیڈ پہ بیٹھی یہ سوچ سوچ کر جل رہی تھی کہ یہ وہ جو گھر میں سب سے لاڈلی تھی سب سے چھوٹی تھی شادی کے نام پہ اس کے حصے میں کیا آیا تھا سوائے ایک بدکردار لائف پارٹنر اور ایک عدد سوتیلی اولاد کے، اپنے اس قدر خسارے پہ اس کا دل ہی نہیں سارا جسم بھی تپتے کوئلے کی مانند جلنے لگا تھا اسے اپنے اندر ایکدم عجیب سی گھٹن کا احساس ہوا تھا، اپنے بے دم ہوتے وجود کے ساتھ اس نے سر کو بیڈ کراؤن سے ٹکا دیا تو اس کے پاس بیٹھی دس سالہ زرش اپنی خالہ جانی کو یوں ہاتھ پاؤں چھوڑتے دیکھ کر گھبرا کر رومان اور زیان کو آوازیں دینے لگی تھی۔

''پاپا، چاچو جلدی آئیں، دیکھیں خالہ جانی کو کیا ہو گیا ہے؟'' زرش کی آواز سن کر وہ دونوں دوڑے چلے آئے تھے، رومان لالہ تیزی سے بیڈ کی طرف بڑھے تھے جبکہ زیان کچھ فاصلے پہ ہی رک گیا تھا۔

''سجل..... سجل گڑیا کیا ہوا ہے؟'' رومان لالہ نے بیڈ پہ اس کے پاس بیٹھتے ہوئے اس کو پکارا تھا اور ساتھ ہی اس کی پیشانی کو چھوا تو فوراً بولے۔

''ارے اسے تو بہت تیز بخار ہے اور اس وقت تو کوئی ڈاکٹر بھی نہیں ملے گا۔'' رومان واقعی پریشان ہو گئے تھے، ان کے گاؤں میں ایک چھوٹا سا سرکاری ہسپتال تو تھا مگر اس میں کبھی کوئی ڈاکٹر نہ دیکھا تھا کسی نے اس لئے ہسپتال ہمیشہ بند ہی رہتا، اگر کبھی کوئی ڈاکٹر آ بھی جاتا تو ایک دو ماہ بعد واپس ٹرانسفر کروا لیتا، صرف ایک ڈاکٹر زاہد خان کا کلینک تھا وہ بھی صبح گیارہ تا شام چار بجے تک کھلتا تھا اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کلینک بند کر کے پشاور اپنے گھر چلے جاتے، رات کو اگر

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

کوئی ایمرجنسی ہوتی تو مریض کو پشاور لے کر جانا پڑتا تھا اور اب تو اتنی رات ہوگئی پھر ان کے تو گاؤں کا شہر جانے والا رستہ بھی بہت خطرناک تھا، رومان کا پریشان ہونا یقینی تھا۔

''زیان میرے بیڈ کی سائیڈ ٹیبل کے دراز میں بخار کی ٹیبلٹس ہیں وہ لے آؤ، آتے ہوئے ٹھنڈا پانی بھی لے آنا۔'' انہوں نے زیان کی طرف مڑتے کہا تھا تو وہ جو تشویش بھری نظروں سے بیڈ پہ بے ہوش پڑے وجود کو دیکھ رہا تھا ان کی بات پہ کمرے سے نکل گیا، جب وہ ٹیبلٹس اور پانی لے کر آیا رومان لالہ اس کا زیور اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ چکے تھے۔

بخار کی دوا اور کچھ ماتھے پہ ٹھنڈی پٹیاں رکھنے سے بخار کا زور کچھ ٹوٹا تو اس نے نیم غنودگی میں ہی تھوڑی سی آنکھیں کھولیں تھیں مگر جب نظر رومان لالہ سے ہوتی ان کے پیچھے کھڑی شخصیت کے چہرے پہ پڑی تو ایک گہرا سانس خارج کرتے وہ رومان لالہ کا ہاتھ پیچھے ہٹاتے ہوئے دوسری طرف کروٹ بدل گئی، رومان لالہ بھی اس پہ کمبل پھیلاتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے، رات کا جانے کون سا پہر تھا جب پیاس کے شدید احساس سے وہ جاگ گئی تھی۔

''مما پانی۔'' اس نے اپنے خشک ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے پانی مانگا تھا اس کی آنکھیں ابھی بھی بند تھیں، ایک دو تو کیا تین بار پکارنے پہ بھی جب پانی نہ ملا تو اس نے آنکھیں کھول کر اپنے اردگرد دیکھا تھا، نیند سے اٹھنے کی وجہ سے تو اسے سمجھ نہ آئی تھی کہ وہ کہاں پہ ہے مگر جب اس کی نظر خود سے کچھ فاصلے پہ سوئے زیان آفریدی کی پشت پہ پڑی تو وہ لمحے کے ہزارویں حصے میں جان گئی تھی کہ وہ کہاں پہ ہے، اٹھ کر سیدھا بیٹھتے ہوئے اس کی نظر اپنے حلیے پر گئی تھی وہ ابھی تک لہنگا پہنے ہوئے تھی، بھاری لہنگے کو سنبھالتے وہ بیڈ سے اتر کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی، چینج کر کے وہ باہر آئی تو ایک نظر بیڈ کی طرف دیکھا تھا زیان اسی طرح کروٹ کے بل سو رہا تھا، ایک نفرت بھری نگاہ اس کی پشت پہ ڈال کر وہ آہستہ قدموں سے چلتی دروازہ کھول کر باہر نکل گئی، اب اس کا رخ بچوں کے کمرے کی جانب تھا، اس نے آہستہ سے دروازہ کھول کے دیکھا وہ چاروں اپنے اپنے بیڈ پہ گہری نیند کے مزے لوٹ رہے تھے اندر داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کیا اور ارسل کا کمبل ہٹا کر اس کے پاس لیٹ گئی گہری نیند میں سویا ارسل تھوڑی دیر کو کسمسایا تھا پھر اس سے لپٹ کے سو گیا بالکل اسی طرح جس طرح وہ منال سے لپٹ کے سوتا تھا، اس نے ارسل کا ماتھا چوم کر اس کے گرد اپنا بازو پھیلا دیا، جبکہ اس کے آنسو موتیوں کی صورت گر گر کر تکیے میں جذب ہو رہے تھے، زندگی کس مقام پہ لے آئی تھی اسے، باقی کی ساری رات اس نے جاگتے اور روتے ہوئے گزاری تھی۔

☆☆☆

وہ بچوں کو ناشتہ کروا رہی تھی جب زیان نے آ کر اس کے بالکل سامنے والی کرسی سنبھالی تھی ارسل کے لئے دودھ گلاس میں ڈالتے سجل نے بس ایک نظر سامنے دیکھا تھا اور فوراً نظروں کا زاویہ بدل کر شہان اور زرش کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''زرش، شہان جلدی کرو بیٹا، عارف خان کب سے آوازیں دے رہا ہے۔'' ارسل کے لبوں سے دودھ کا گلاس لگاتے اس نے زرش اور شہان کو ٹوکا تھا جو اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ انہیں سکول سے دیر ہو رہی ہے آپس میں باتوں میں مصروف تھے اس کے ٹوکنے پہ وہ دونوں فوراً

ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

''بس اور نہیں۔'' ارسل نے دو تین گھونٹ لینے کے بعد گلاس پرے ہٹاتے ہوئے کہا تو وہ اس کو پچکارتے ہوئے بولی تھی۔

''ارے میرا شہزادہ دودھ نہیں پیئے گا تو بڑا کیسے ہوگا، اس لئے میری جان یہ پورا گلاس ختم کرنا ہے۔'' اس نے جھک کر ارسل کے گلابی گلابی گال چوم ڈالے تو خالہ بھانجے کے درمیان پیار محبت کے اس مظاہرے پہ ارسل کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھے ساڑھے تین سالہ شاہ نیل آفریدی نے بہت حسرت بھری نظروں سے ان دونوں کی جانب دیکھا تھا، آٹھ ماہ ہو گئے تھے سجل کو اس حویلی میں آئے ہوئے اور ان آٹھ ماہ میں کبھی ایک بار بھی اس نے شاہ نیل سے اس طرح پیار نہیں کیا تھا جس طرح وہ شہان، زرش یا پھر ارسل سے کرتی تھی، اگرچہ اس عرصے میں وہ اپنے آپ کو حویلی کے ماحول میں اچھی طرح ایڈجسٹ کر چکی تھی گھر کے سارے کام وہ اپنی نگرانی میں کرواتی، بچوں کے سارے کام وہ اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی تھی ان کا ناشتہ کھانا، ان کو تیار کر کے سکول بھیجنا، ان کا ہوم ورک کمپلیٹ کروانا، یہ سارے کام وہ خود کرتی تھی البتہ شاہ نیل کے سارے کام اب بھی ریشم ہی کرتی تھی، اس کے کپڑے تبدیل کرنا، اس کو کھانا کھلانا اس کا ہوم ورک بھی ریشم ہی کرواتی تھی وہ میٹرک پاس تھی، سجل کے اس رویے پہ رومان لالہ کئی بار اسے ٹوک چکے تھے، مگر وہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتی، شاہ نیل اس کے رویے کے سرد پن کو محسوس کر کے کئی بار بہانے بہانے سے رونے لگتا تھا اور اب بھی ایسا ہی ہوا تھا اسے ارسل سے اس طرح پیار کرتے دیکھ کر شاہ نیل کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں تھیں، اپنے بیٹے کا حسرت بھری نگاہوں سے سجل اور ارسل کی جانب دیکھنا اور پھر اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کا جمع ہونا زیان آفریدی سے چھپا نہ رہا تھا۔

''ریشم تم میرے لئے پراٹھا اور آملیٹ بنا کر لے آؤ، اسے ناشتہ میں کرواتا ہوں۔'' اس نے شاہ نیل کو ناشتہ کراتی ریشم سے کہا تھا جس پہ وہ اٹھ کر کچن میں چلی گئی، تو وہ اپنی چیئر سے اٹھ کر شاہ نیل کے برابر والی چیئر پہ آ گیا، اپنے اندر امڈتے غصے کو دباتے وہ شاہ نیل کو ناشتہ کرانے لگا پچھلے آٹھ ماہ سے وہ بچوں کے کمرے میں سو رہی تھی اس کو سامنے پا کر سجل آفریدی کے چہرے پہ چھانے والی بیزاری و ناگواری کے سائے اس سے پوشیدہ نہ تھے، بہت عرصے سے وہ اپنی ذات کا رد کیا جانا برداشت کر رہا تھا مگر اپنے بیٹے کا نظر انداز ہونا اس سے برداشت نہ ہوا تھا، کبھی تو جب وہ بچوں کے سکول جانے کے بعد ان کے کمرے میں آ کر بکھری چیزیں سمیٹ رہی تھی تو وہ اس کے پیچھے ہی چلا آیا تھا۔

''تمہاری جو بھی دشمنی ہے نا وہ میرے ساتھ ہے اپنی اس نفرت اور دشمنی کا دائرہ میرے تک ہی محدود رکھو تو بہتر ہے اس کی لپیٹ میں میرے بیٹے کو مت گھسیٹو، ورنہ بہت پچھتاؤ گی۔'' انگلی اٹھا کر وارن کرنے والے انداز میں دانت پیستے اس نے اپنی بات مکمل کی تھی اور جانے کو واپس مڑا مگر ابھی وہ دروازے کے پاس ہی پہنچا تھا جب اسے سجل آفریدی کی غصے بھری آواز سنائی دی تھی۔

''ورنہ..... ورنہ کیا کر لو گے تم۔'' زیان کا دھمکی دینے والا انداز اس کو گویا آگ لگا گیا تھا، وہ بھلا ان لہجوں کی کہاں عادی تھی جو برداشت کرتی، تبھی بہت بدتمیزی سے اس سے مخاطب

READING COMER
http://readingcomerpk.blogspot.com/

ہوئی تھی مگر اس کا یہ چیلنجنگ اور گستاخانہ لہجہ زیان آفریدی پہ اس طرح اثر کرے گا اس چیز کا اسے ہرگز اندازہ نہ تھا، وہ دروازے پہ کھڑا گردن موڑے کچھ پل اس کو دیکھتا رہا جو آنکھوں میں نفرت کے سارے رنگ لئے اس کو دیکھ رہی تھی، پھر ایکدم نجانے اس کے دل میں کیا آئی تھی کہ اس کے لب مسکرا اٹھے تھے اور اسی طرح مسکراتے ہوئے اس نے کمرے کا دروازہ کھلا نہ صرف بند کیا تھا بلکہ اندر سے لاک بھی کر دیا اسے دروازہ لاک کرتے اور پھر اپنی جانب بڑھتے دیکھ کر سجل آفریدی کے چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔

''دیکھو میرے قریب مت آنا، ہاتھ میں مت لگانا مجھے نہیں تو......'' وہ ایک ایک قدم اٹھاتا اس کی جانب بڑھ رہا تھا جب اس نے اپنے اڑی رنگت اور ساتھ چھوڑتے حواسوں کو سمیٹ کر بالکل زیان والے انداز میں انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتے ہوئے کہا تھا اور ساتھ ہی ادھر ادھر دیکھتے اپنے بچاؤ کی کوئی صورت تلاش کرنے کی کوشش کی تھی، اسی اثناء میں اس کی نظر شہان کے بیڈ کے ساتھ پڑے اس کے بیٹ پہ گئی تھی اور اگلے لمحے اس نے وہ بیٹ پکڑ کر پورے زور سے زیان کی طرف اچھالا تھا اور پھر یہ دیکھے بغیر کہ وہ بیٹ زیان آفریدی کے کہاں لگا تھا وہ شہان کے بیڈ کو پھلانگتے واش روم میں بند ہو چکی تھی، باہر کھڑا زیان اپنے کندھے کو سہلاتے ہوئے غصے اور بے بسی سے واش روم کے بند دروازے کو ٹھوکر رسید کر کے رہ گیا پھر سارا دن اس کا موڈ آف ہی رہا مگر رات کو وہ جونہی ڈائننگ ہال میں داخل ہوا تھا سامنے کا منظر دیکھ کر اس کا سارا غصہ جاتا رہا، کیونکہ سامنے ہی وہ دشمن جان ارسل اور شاہ نیل کو کھانا کھلا رہی تھی ارسل اس کے دائیں طرف اور شاہ نیل بائیں طرف بیٹھا تھا وہ باری باری دونوں کے منہ میں نوالے ڈال رہی تھی، شاہ نیل کے منہ میں نوالہ ڈالتے اس کے چہرے کے بننے والے زاویے دیکھ کر وہ جان گیا تھا کہ وہ صرف اس کی دھمکی کے ڈر سے یہ کام کرنے پہ مجبور ہوئی ہے، اندر سے وہ اتنی ڈرپوک ہوگی یہ بات زیان آفریدی کے چہرے پہ تبسم پھیلا گئی، وہ دروازے کے فریم میں کھڑا ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہا تھا اور یہ شاید اس کی نظروں کا ارتکاز ہی تھا کہ سجل نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا تھا اسے اس طرح مسکراتے دیکھ کر وہ مارے غصے کے پہلو بدل کے رہ گئی اور اسی غصے میں جلتے بھنتے بے دھیانی میں اس نے ایک بڑا سا نوالہ توڑ کر شاہ نیل کے ننھے سے منہ میں ٹھونس دیا تھا کہ اس بیچارے سے منہ بند کرنا مشکل ہو گیا تھا۔

''بیوی نوالہ ذرا چھوٹا رکھو کیونکہ تم شاہ نیل کے باپ کو نہیں شاہ نیل کو کھانا کھلا رہی ہو انڈر سٹینڈ۔'' وہ اس کے برابر کرسی سنبھالتے آہستہ مگر شرارتی لہجے میں بولا تھا، اس کی اس بات پر سجل کا دل کیا تھا کہ ہاتھ میں پکڑا پانی کا گلاس اس پہ انڈیل دے مگر ابی اور رومان لالہ کی موجودگی کی وجہ سے وہ چپ ہی رہی تھی۔

☆☆☆

زرش، شہان اور وہ تینوں کارپٹ پہ بیٹھے لڈو کھیل رہے تھے رومان لالہ صوفے سے ٹیک لگائے اپنا فیورٹ ٹاک شو ملاحظہ فرما رہے تھے زیان صوفے پہ دراز ہیڈ فون لگاتے اپنا فیورٹ سونگ۔

تیرے مست مست دو نین
میرے دل کا لے گئے چین

سے لطف اٹھا رہا تھا وہ مکمل طور پہ راحت فتح علی خان کی آواز کے سحر میں ڈوبا ہوا تھا جب شاہ نیل نے اس کا کندھا ہلا کر اس کو اپنی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

''کیا ہے؟'' اس نے ہیڈ فون اتار کر دریافت کیا۔

''پاپا وہ لوگ مجھے نہیں کھیلا رہے۔'' شاہ نیل انگلی سے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا جہاں وہ لوگ کھیل رہے تھے اس کی شکایت پہ اس نے لیٹے لیٹے گردن موڑ کر وہاں دیکھا تھا جہاں وہ تینوں نیچے کارپٹ پر براجمان لڈو کھیل رہے تھے۔

''شہان، زرش، شاہ نیل کو بھی اپنے ساتھ کھیل میں شامل کرو بیٹا۔'' اس نے وہیں سے آواز دے کر کہا تھا اپنی بات پہ سجل کے ماتھے پہ پڑنے والے بل وہ بخوبی دیکھ چکا تھا وہ اس کے بالکل سامنے ہی تو بیٹھی ہوئی تھی اس نے آہستہ سے شہان کے کان کے قریب کچھ کہا تھا۔

''چاچو اس کو بالکل بھی کھیلنا نہیں آتا اور ویسے بھی ہم چار لوگ پورے ہیں۔'' شہان نے زیان کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا تھا زیان جانتا تھا کہ وہ یہ بات کس کے کہنے پہ کہہ رہا ہے سجل کے ملتے ہونٹ وہ دیکھ چکا تھا، کچھ دیر وہ یونہی اس کو دیکھے گیا پھر ایکدم اس کے دل میں نہ جانے کیا آئی تھی کہ موبائل اور ہیڈ فون ٹیبل پہ رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا ان لوگوں کے قریب جا کر ارسل کو اس کی جگہ سے ہٹا کر سجل کے بالکل سامنے بیٹھتے ہوئے وہ بڑے اطمینان سے شہان سے مخاطب ہوا تھا۔

''چلو یار کوئی بات نہیں شاہ نیل کو کھیلنا نہیں آتا تو کیا ہوا اس کے پاپا کو تو آتا ہے نا۔'' اس کے لبوں پہ شریر سی مسکراہٹ نے ڈیرا ڈالا ہوا تھا اس کی بات پہ زرش اور شہان بہت خوش ہوئے تھے کیونکہ آج ایک عرصے بعد ان کے چاچو ان کے ساتھ کھیلنے لگے تھے ایک وقت تھا جب وہ ہر وقت ان کے ساتھ بچہ بنا رہتا تھا مگر پچھلے کچھ سالوں سے تو وہ چاچو کے ساتھ کھیلنے کو ترس گئے تھے، تبھی تو اب خوشی خوشی اس کو کھیل میں شامل کرنے کے لئے زرش نے ہاتھ مار کر جاری کھیل کو الٹ پلٹ کر کے پھر سے ترتیب دینا شروع کر دیا تھا، زرش کی اس حرکت پہ سجل کو غصہ تو بہت آیا تھا مگر خود پہ ضبط کرتے وہ یہ کہتے ہوئے وہاں سے اٹھنے لگی تھی۔

''او کے بچو آپ لوگ کھیلو میں ذرا کچن میں دیکھ لوں کہ ریشم کیا کر رہی ہے۔'' زیان آفریدی کے ساتھ کھیلنا اس کو ہرگز گوارا نہ تھا تبھی تو بہانہ بنا کر اٹھنا چاہا تھا اس کی اس حرکت پہ زیان آفریدی کی آنکھیں توہین کے احساس سے ایکدم سرخ ہونے لگیں تھیں اشتعال کی ایک لہر نے اس کے اندر سر اٹھایا تھا، اس نے تیزی سے اٹھتی ہوئی سجل کی کلائی تھامی تھی او وہ جو ابھی پوری طرح کھڑی بھی نہ ہوئی تھی دھڑام سے دوبارہ نیچے آ رہی تھی، اس کا پاؤں اس بری طرح دہرا ہوا تھا کہ درد سے اس کی چیخ نکل گئی تھی، جبکہ آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں تھیں زیان آفریدی اس کی آنسوؤں بھری آنکھوں کی پرواہ کیے بغیر غصے میں غرایا تھا۔

''سمجھتی کیا ہو تم خود کو اور مجھے کیا سمجھ رکھا ہے تم نے کہ جو مرضی رویہ رکھو گی تم میرے ساتھ اور میں چپ چاپ تمہاری ہر بدتمیزی برداشت کر جاؤں گا ہرگز نہیں۔'' اس کی آنکھوں میں تیرتے آنسوؤں کو نظر انداز کرتے وہ اس کی کلائی مروڑتے غصے میں غرایا تھا اس لمحے اس پہ اپنی توہین کا احساس پوری طرح غالب تھا سجل نے اپنے پاؤں میں اٹھتے درد پہ قابو پاتے ہوئے اس کے ہاتھ سے اپنی کلائی چھڑانی چاہی تھی مگر مقابل کی گرفت فولادی تھی، ابی سے بات کرتے ہوئے

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

رومان لالہ کی نظر یونہی ان لوگوں کی طرف اٹھی زیان کا غصے کی شدت سے سرخ چہرہ اور اس کے ہاتھ سے اپنی کلائی چھڑاتی سجل کے بہتے آنسو زرش اور شہان کو سہمے سہمے چہرے ایک لمحہ لگا تھا رومان کو صورتحال کی سنگینی کو بھانپنے میں۔

''زیان کیا بدتمیزی ہے یہ چھوڑو اس کا ہاتھ۔'' ابی کی موجودگی کی وجہ سے رومان نے قدرے آہستہ مگر خفگی بھری آواز میں کہا تھا جبکہ ان کی نظریں سجل کے چہرے پہ جمی تھیں جس کے آنسو اس کے گالوں کو بھگو رہے تھے، رومان لالہ کے کہنے پہ اس نے ایک جھٹکے سے سجل کی کلائی چھوڑ دی تھی اور ایک قہر بار نگاہ اس پہ ڈال کے وہاں سے اٹھ گیا، رومان لالہ روتی ہوئی سجل کو دیکھ کر پریشان ہو گئے تھے۔

''جب تمہیں اس کے غصے کا پتہ ہے تو مت الجھا کرو اس سے۔'' انہوں نے اس کو کارپٹ سے اٹھا کر صوفے پہ بیٹھاتے ہوئے کہا تھا ان کی بات پہ وہ غصے سے بھڑک اٹھی تھی۔

''جی غصہ تو صرف آپ کے بھائی میں ہی ہے، باقی سب تو انسان نہیں ہیں نا، دوسروں کے تو کوئی جذبات کوئی احساسات نہیں ہیں اور آپ تو مجھ سے بات مت کریں آپ کی وجہ سے ہی پہنچی ہوں میں اس حال کو۔'' اس نے رومان لالہ کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی تلخ لہجے میں کہا تھا، رومان آفریدی کچھ دیر خاموش نظروں سے اس کا خفا خفا سا چہرہ دیکھتے رہے، پھر قدرے دھیمے مگر شرارتی لہجے میں بولے تھے۔

''یار اس میں میرا کیا قصور ہے خود ہی تو اپنے حال کو بے حال کیے رکھتی ہو اور ساتھ میں میرے بیچارے معصوم بھائی کو بھی، اچھا خاصا ہنستا مسکراتا بندہ تھا، اب ہر وقت غم کی تصویر بنا پھرتا ہے تو کچھ قصور تو تمہارا بھی نکلتا ہے نا لڑکی۔''

رومان لالہ کی بات پہ اس کے چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

''ہوں معصوم اس کا بھائی کتنا معصوم ہے لالہ کبھی پتہ چلے آپ کو تو اس بات پہ شرمندگی محسوس کریں آپ، کہ آپ اس شخص کے بھائی ہیں۔'' یہ اس نے دل میں سوچا تھا کہا کچھ نہیں تھا۔

صبح تک اس کا پاؤں نہ صرف سوج گیا تھا بلکہ اس سے ایک قدم بھی نہ چلا جا رہا تھا پاؤں پہ تھوڑا سا دباؤ پڑنے سے اس کے سارے جسم کی جان پاؤں میں آن سمٹتی تھی۔

''لگتا ہے موچ آ گئی۔'' رومان لالہ نے اس کے سوجے ہوئے پاؤں کو دیکھنے کے بعد کہا تھا، پورا ایک ہفتہ اس سے صحیح طرح چلا نہ گیا تھا اور اس عرصے میں اس نے دل ہی دل میں زیان آفریدی کو ڈھیروں گالیوں سے نوازا تھا، وہ زیان کو دیکھتے ہی نفرت سے منہ موڑ جاتی، جب پاؤں ٹھیک ہوا تو ایک اور پریشانی اس کی منتظر تھی کیونکہ شہر بانو آفریدی ڈرائیور کے ساتھ حویلی چلی آئیں، ڈرائیور تو ان کو چھوڑ کر چلا گیا جب کہ شہر بانو آفریدی حویلی میں رک گئیں وہ کچھ دن حویلی میں رہنے کے ارادے سے آئیں تھیں، سجل کو جب یہ پتہ چلا کہ وہ کچھ دن حویلی میں قیام کریں گی تو وہ یہ سوچ کر کہ ان کی موجودگی میں اس کو زیان آفریدی کے بیڈ روم میں سونا پڑے گا پریشان ہو اٹھی تھی، مگر وہ کر بھی کچھ نہیں سکتی تھی اب مما سے یہ تو نہیں کہہ سکتی تھی کہ آپ کیوں آئیں ہیں، واپس چلی جائیں سو رات کو مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق زیان کے کمرے میں چلی آئی، رات زیان جس وقت کمرے میں آیا وہ صوفے پہ سو چکی تھی، اس پہ نگاہ پڑتے ہی اس کے چہرے کے زاویے تن گئے تھے، وہ بخوبی جانتا تھا کہ آج

محترمہ اس کے بیڈ روم میں کیوں تشریف فرما تھیں۔

ورنہ عام حالات میں تو یہ بیڈ روم اس کے لئے ممنوعہ علاقہ ہی ہوتا تھا خاص کر جب زیان کمرے میں موجود ہوتا تو وہ ادھر جھانکنا بھی گوارا نہ کرتی تھی، اپنے کپڑے وغیرہ بھی وہ تب نکال لیتی تھی جب وہ حویلی میں نہیں ہوتا تھا۔

☆☆☆

شہر بانو آفریدی کو حویلی آئے ابھی تھوڑے دن ہی ہوئے تھے کہ حذیفہ کے سسر کی ڈیتھ ہو گئی جس وجہ سے انہیں واپس جانا پڑا وہ فجر کی نماز سے فارغ ہی ہوئیں تھیں کہ حذیفہ کا فون آ گیا رومان آفریدی ان کو چھوڑنے جا رہے تھے، جانے سے پہلے انہوں نے ریشم کو جو ابھی ابھی اٹھ کر اپنے کوارٹر سے آئی تھی سجل کو بلانے بھیجا ریشم کے دو تین بار دستک دینے کے باوجود اندر سے کوئی جواب نہ ملا تو اب کی بار اس نے قدرے زور سے دروازہ بجایا تھا، زیان نے واش روم سے نکل کر دروازے کی سمت بڑھتے ہوئے ایک تیکھی سی نگاہ صوفے پہ سوتے وجود پہ ڈالی تھی اس نے واش روم میں دستک کی آواز سن لی تھی جبکہ وہ محترمہ گدھے گھوڑے بیچ کر سو رہی تھیں۔

''کون؟'' دروازہ کھولنے سے پہلے اس نے خیال سے پوچھا تھا کہ باہر کہیں شہر بانو آفریدی نہ ہوں کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ سجل کو صوفے پہ سوتے ہوئے دیکھ لیں۔

''خان جی میں ہوں ریشم۔''

''ہاں بولو کیا بات ہے؟'' ریشم کی آواز سن کر اس نے سکون کا سانس لیتے ہوئے تھوڑا سا دروازہ وا کر کے دریافت کیا تھا۔

''خان جی وہ بڑی بی بی واپس جا رہی ہیں انہوں نے آپ دونوں کو بلایا ہے۔'' ریشم کے جانے کے بعد اس نے صوفے کی سمت دیکھا تھا وہ ابھی تک کمبل میں منہ دیئے سو رہی تھی، ہاتھ میں پکڑے تولیے کو سنگل صوفے پہ اچھالتے ہوئے وہ تھری سیٹیڈ صوفے کے قریب چلا آیا جس پہ وہ سو رہی تھی۔

''اے محترمہ اٹھ جاؤ، آنٹی واپس جا رہی ہیں ان سے مل لو۔'' اس نے تھوڑا سا جھک کر سجل کے چہرے سے کمبل ہٹاتے ہوئے کہا سجل نے نیند میں ڈوبے ذہن کے ساتھ ایک لمحے کو آنکھیں کھول کر دیکھا تھا اور دوسرے لمحے پھر سے آنکھیں موند لیں جس پہ زیان کڑھ کر رہ گیا۔

''سنا نہیں تم نے آنٹی واپس جا رہی ہیں وہ ہم سے ملنے کے لئے نیچے ہمارا انتظار کر رہی ہیں۔'' اس کی بار اس نے غصے سے اس کا بازو تھام کر لیٹے سے بٹھا دیا تھا، اس کی اس حرکت پہ سجل آفریدی بھڑک اٹھی تھی۔

''سن لیا ہے بہری نہیں ہوں میں اور بازو چھوڑ میرا۔'' زیان کی گرفت سے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے اس نے کافی بدتمیزی سے کہا تھا، اس کے چہرے پہ چھائی ناگواری و بے زاری اور لہجے کی بدتمیزی نے زیان کو بھی اس سے دوگنا زیادہ بھڑکا دیا تھا، تبھی اپنی آہنی انگلیاں اس کے بازو میں پیوست کر کے ایک جھٹکے سے اس کو اپنے سامنے کھڑا کیا تھا۔

''آئندہ مجھ سے اس لہجے میں بات نہ کرنا ورنہ بہت پچھتاؤ گی، کیونکہ میں ایسے لہجوں کا بالکل عادی نہیں ہوں انڈر سٹینڈ۔'' اس کے چہرے پہ اپنی سرخ انگارہ آنکھیں ٹکاتے ہوئے اس نے انتہائی درشتگی سے کہا تھا اور اسے صوفے پہ دھکا دیتے لمبے لمبے ڈگ بھرتا کمرے سے نکلتا چلا گیا وہ کتنے ہی پل صوفے پہ بے حس و حرکت بیٹھی دروازے کی سمت دیکھتی رہی جہاں سے وہ

READINGCORNER http://readingcornerpk.blogspot.com

باہر گیا تھا۔

''آئی نو مسٹر زیان آفریدی آئی نو ویری ویل کہ تم ان لہجوں کے عادی نہیں ہو تم تو صرف ان لہجوں کے عادی ہو جو تمہیں سراہیں تمہاری محبت کا دم بھریں اور بھران لہجوں کی مالک ہستیوں کا جو حشر تم کرتے ہو اس سے بھی میں اچھی طرح آگاہ ہوں۔'' یہ سب سوچتے لالہ گل کا معصوم چہرہ اس کی نگاہوں کے سامنے گھوم گیا تو وہ جلتی کڑھتی اٹھ کر واش روم میں گھس گئی۔

☆☆☆

وہ کچن میں کھڑی بریانی بنا رہی تھی کیونکہ زرش نے بریانی کی فرمائش کی تھی اور وہ زرش اور شہان لوگوں کے منہ سے نکلنے والی ہر فرمائش فوراً پوری کرنے کھڑی ہو جاتی تھی اب بھی اگرچہ اسے ہلکا سا ٹمپریچر بھی تھا مگر اس کے باوجود وہ کچن میں کھڑی بریانی بنا رہی تھی۔

''سجل بی بی آپ کو پتہ ہے پری گل حویلی واپس آ گئی ہے، اس کے شوہر نے اس کو گھر سے نکال دیا ہے۔'' ریشم نے کھیرا کاٹتے کاٹتے اسے اطلاع دی تھی، تو اس کے حرکت کرتے ہاتھ ایک لمحے کو ساکت ہو گئے تھے۔

''میں صبح ملنے گئی تھی جی اس کے کوارٹر میں وہ بیچاری بتا رہی تھی کہ اس کا شوہر اسے بہت مارتا پیٹتا ہے بہت رو رہی تھی جی وہ۔'' سجل کو متوجہ پا کر ریشم نے مزید اطلاع دی تو سجل آفریدی کا دل دکھ سے بھر گیا کیا قسمت پائی تھی ان دونوں بہنوں نے بھی ایک محبت کے جال میں پھنس کر زندگی ہار گئی اور دوسری شوہر کے ہاتھو مار کھا رہی تھی، رات کو وہ پری گل سے ملنے ان کے کوارٹر میں چلی آئی پری گل سے مل کر اس کا دل دکھ سے بھر گیا تھا پری گل نے روتے ہوئے اس کو وہ ساری باتیں بتائی تھیں جو دوپہر میں وہ ریشم کی زبانی سن چکی تھی، پری گل کو روتے دیکھ کر اس کی اپنی آنکھوں میں بھی نمی تیرنے لگی تھی، اسے پری گل پہ ڈھیروں ترس آ رہا تھا مگر وہ اس کے لئے کچھ بھی نہ کر سکتی تھی وہ تو اپنے لئے کچھ نہیں کر سکی تھی تو پری گل کے لئے کیا کرتی اس سوچ نے اس کے اندر بے چینی پھیلا دی تھی پھر روز شام کو وہ پری گل سے ملنے چلی آتی۔

''ام ایک بات پوچھے بی بی تم برا تو نہیں مانے گا۔'' اس وقت بھی وہ پری گل کے پاس ان کے کوارٹر میں تھی جب پری گل نے سجل کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

''ارے بالکل بھی نہیں تم بولو کیا پوچھنا ہے۔'' سجل نے اس کے ہاتھوں کو تھام کر نرمی سے کہا تھا۔

''ام کو یقین نہیں آتا بی بی کہ تم نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی زیان خاناں جیسے بندے سے شادی کیسے کر لیا۔'' پری گل کے منہ سے نکلنے والے الفاظ نے کچھ پل سجل آفریدی کے لبوں پہ قفل لگا دیئے تھے، اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ وہ پری گل کو کیا جواب دے، پری گل کی خاموش نظریں سجل کے چہرے پہ ٹکی تھی وہ سجل کے رنگ بدلتے چہرے کو بہت دھیان سے دیکھ رہی تھی اور جب اس نے سجل کو خاموش پا کر پھر سے اپنا سوال دہرایا تو سجل کے ہونٹوں پہ تلخ مسکراہٹ ابھری تھی اور جب وہ بولی تو لہجہ اس سے بھی تلخ تھا۔

''مجبوری میری جان مجبوری، مجبوری بندے سے سب کچھ کرا لیتی ہے۔'' اس کی بات پہ پری گل نے طنزیہ نگاہوں سے اس کی سمت دیکھا تھا۔

''ام نہیں مانتا بی بی بالکل بھی نہیں مانتا بھلا تم بڑے لوگ بھی کبھی مجبور ہوئے ہو۔''

''تم نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ بڑے لوگ

کبھی مجبور نہیں ہوتے مگر تم شاید یہ نہیں جانتی ہو کہ بڑے لوگوں کے بیٹے مجبور نہیں ہوتے، بیٹیاں تو بڑے لوگوں کی بھی اتنی ہی بے بس اور لاچار ہوتی ہیں جتنی کہ تم لوگ۔'' بولتے بولتے کتنے ہی آنسو گر کر اس کے گالوں کو بھگونے لگے تھے تو وہ وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

''تو کیا بی بی خوش نہیں ہے۔'' اس سوچ نے پری گل کے اندر تک ٹھنڈک ڈال دی تھی کیونکہ اگر سجل آفریدی خوش نہیں تھی تو یہ تو ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ زیان آفریدی خوش رہ سکتا وہ سجل آفریدی کو بہت اچھی طرح جانتی تھی پری گل کی نگاہوں کے سامنے کئی منظر گھوم گئے حویلی آتے جاتے کئی بار اس کا سامنا زیان آفریدی سے ہوا تھا اس کا اداس اداس چہرہ اس بات کا غماز ہوتا تھا کہ اپنی محبت کو پا کر بھی وہ تہی داماں تھا اور اس کو اداس دیکھ کر ہر بار ایک کمینی سی خوشی پری گل کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی تھی جیسے اب وہ سجل کے منہ سے یہ جان کر خوش ہو رہی تھی کہ وہ زیان آفریدی کے ساتھ خوش نہیں ہے۔

☆☆☆

پری گل کے شوہر جبل خان نے اس کو طلاق بھجوا دی پری گل کی بوڑھی دادی تو اس صدمے پہ چارپائی سے جا لگی، پہلے ایک پوتی کی موت اور اب دوسری کی شادی شدہ زندگی کی بربادی پہ دادی نے رو رو کر حشر کر لیا تھا دادی یہ بھی جانتی تھی کہ اس کی پوتی نے یہ بربادی اپنے ہاتھوں سے خریدی تھی۔

''خدا کے لئے دادی اب بس کر دے، تم تو ایسے رو رہا ہے جیسے طلاق ام کو نہیں تم کو ہوا ہے، اتنا غم تو ام کو بھی نہیں ہوا جتنا سوگ تم منا رہا ہے۔'' اس وقت بھی اس کی دادی چارپائی پہ لیٹی رو رہی تھی جب پری گل نے چڑھ کر کہا تھا، دادی نے دکھ سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

''تم نہیں جانتا پری گل تم نے اپنے ساتھ کیا کیا ہے، ام جانتا ہے کہ تو نے یہ سب زیان خاناں کے لئے کیا ہے، مگر ام تم کو بتائے دیتا ہے کہ جس کے لئے تم نے اپنا شادی شدہ زندگی خراب کر لیا ہے وہ تم کو کبھی نہیں ملے گا۔'' دادی نے روتے ہوئے پوتی کو اس خسارے سے آگاہ کیا تھا جو اس نے خود اپنے نصیب میں لکھ لیا تھا، دادی کی بات پر پری گل کے چہرے پہ کمینی سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

''ام کو پتا ہے دادی کہ چھوٹا خان ام کو کبھی نہ ملے گا مگر ام پھر بھی خوش ہے پتا ہے کیوں، کیونکہ ام جان گیا ہے کہ اس کو بھی وہ نہیں ملا جو وہ چاہتا تھا، ام کو تو صرف یہ دکھ ہے کہ وہ امارا نہیں ہوا مگر پتا ہے دادی چھوٹا خان تو ام سے بھی کہیں زیادہ گھاٹے میں ہے وہ تو اپنی محبت کو پا کر بھی گھاٹے میں ہے وہ تو اپنی محبت کو پا کر بھی نہیں پا سکا اور نہ ہی کبھی پا سکے گا، کیونکہ ام نے سجل بی بی کے دل میں اتنا نفرت بھر دیا ہے خان کے لئے کہ وہ ساری زندگی اس نفرت کی آگ میں خان کو جلاتا رہے گا۔'' دادی کے اوپر لحاف درست کرتے پری گل نے نفرت سے بھرپور لہجے میں کہا تھا اور پھر خود بھی دوسری چارپائی پہ لیٹ کر سر تک لحاف تان لیا تھا، اس بات سے بے خبر کہ باہر کھڑی سجل آفریدی نے سب کچھ سن لیا تھا، اتنی ٹھنڈ میں وہ باہر پتھر بنی کھڑی تھی بچوں کو سلانے کے بعد وہ پری گل کی دادی کی طبیعت کا پوچھنے کے لئے آئی تھی اور اب ساکت بت بنی دروازے میں ایستادہ تھی اس میں اتنی بھی ہمت نہ رہی تھی کہ واپس پلٹ جائے پھر اپنی ساری ہمتیں جمع کر کے اس نے اپنے قدم حویلی کی رہائشی حصے کی طرف موڑے تھے۔

READING CORNER http://readingcorner.blogspot.com/

☆☆☆

شدید سردی میں سوئیٹر یا جرسی کے بغیر لان میں بنے سنگی بینچ پہ بیٹھی وہ گہری سوچ کے حصار میں تھی ایک ہفتہ ہو گیا تھا اس پہ انکشافات کے در وا ہوئے اور اس ایک ہفتے میں وہ پچھتاوؤں کی گہری دلدل میں دھنستی جا رہی تھی یہ سوچ کر ایک گھٹیا لڑکی کی باتوں میں آ کر وہ زیان آفریدی کی محبت کو کتنے غلط معنی دیتی آئی تھی اس کو چین نے لینے دیتی تھی، وہ ساری باتیں وہ سرد رویے جو اب تک اس نے اس شخص کے لئے روا رکھے تھے اب اس کے اندر آگ لگائے ہوئے تھے، اب بھی اس سوچ کے ساتھ ہی اس کی آنکھیں پانیوں سے بھر گئی تھی، رومان لالہ جو کسی کام سے پشاور گئے ہوئے تھے اور اب کافی دیر سے لوٹے تھے اسے اتنی رات کو لان میں بیٹھے دیکھ کر گاڑی سے اتر کر سیدھے اس کے پاس ہی چلے آئے تھے، قدموں کی آواز پہ اس نے سر اٹھا کر دیکھا اور سامنے لالہ کو پا کر اپنے بہتے آنسو تیزی سے صاف کیے تھے مگر لالہ اس کا رونا دیکھ چکے تھے،

''تجل کیا بات ہے بیٹا آپ اتنی سردی میں یہاں بیٹھ کر رو کیوں رہی ہو۔'' لالہ نے کافی پریشانی سے استفسار کیا تھا۔

''نن..... نہیں تو لالہ..... میں تو بس۔''

بولتے بولتے پھر اس کا لہجہ بھیگ گیا تھا وہ چپ کر گئی تھی، لالہ نے کافی پریشانی سے اس کی طرف دیکھا تھا پھر آگے بڑھ کر اس کے گرد بازو پھیلائے اسے ساتھ لگائے اندر لے آئے تھے۔

''اب بولو کیا بات ہے، دیکھو مجھ سے کچھ چھپانا نہیں اگر زیان سے کوئی جھگڑا ہے اس نے کچھ کہا ہے تو بھی بتا دو کیونکہ آپ بھی اتنی ہی عزیز ہو جتنا کہ وہ۔'' لالہ اسے صوفے پہ بٹھا کر خود بھی اس کے برابر بیٹھے نرمی سے بولے تو وہ جو اتنی دیر سے لالہ کے سامنے اپنے آنسو روکنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی زیان کا نام سنتے ہی اپنے آنسوؤں پہ اختیار کھو بیٹھی، اسے اس طرح روتے دیکھ کر لالہ اور پریشان ہو گئے تھے نوٹ تو وہ کافی دنوں سے کر رہے تھے کہ وہ یونہی چھوٹی چھوٹی بات کو لے کر آنسو بہانے لگتی تھی اب بھی ایسا ہی ہوا تھا دونوں ہاتھ چہرے پر ٹکائے وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی، اسی لمحے زیان نے لاؤنج میں قدم رکھے تھے مگر سامنے کا منظر دیکھ کر وہ دروازے کے فریم میں کھڑا رہ گیا تھا کیونکہ سامنے ہی وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے ہچکیوں سے رو رہی تھی کچھ پل وہ کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر آگے بڑھ کر صوفے پہ بیٹھتے ہوئے اس نے آنکھوں کے اشارے سے رومان لالہ سے اس کے رونے کی وجہ دریافت کی تھی۔

''آئی ڈونٹ نو یار تم خود ہی پوچھ لو۔''

رومان لالہ نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا تو لالہ کی بات پہ وہ جو ہچکیوں سے رو رہی تھی نے ایکدم چہرے سے ہاتھ ہٹا کر دیکھا تو نگاہیں سامنے صوفے سے ٹیک لگا کر بیٹھے زیان آفریدی کی نگاہوں سے ٹکرائیں تھیں اس نے سرعت سے اپنی ہتھیلیوں سے آنسو صاف کیے تھے۔

''میں آپ کے لئے کھانا لاتی ہوں لالہ۔''

لالہ سے کہتی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ گئی تھی اس کے جاتے ہی لالہ نے زیان سے پوچھا تھا۔

''تم دونوں میں کوئی جھگڑا چل رہا ہے۔''

ان کی بات پہ زیان نے سر کو نفی میں ہلا دیا تھا بولا کچھ نہیں تھا، لالہ اس کے چہرے کے تنے تنے نقوش کو دیکھتے ایک بار پھر گویا ہوئے۔

''پچھلے کچھ دنوں سے وہ مجھے کافی ڈسٹرب لگ رہی ہے یار، کوئی نہ کوئی بات تو ہے کوئی پرابلم تو ہے اس کے ساتھ۔'' لالہ کی بات وہ جو

ٹیک لگائے بیٹھا تھا ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا تھا اور اپنی نیند سے بوجھل آنکھیں لالہ کے چہرے پہ ٹکاتے دانت پیستے ہوئے بولا۔

''وہ جب سے اس گھر میں آئی ہے تب سے ہی ڈسٹرب ہے اور اس کی ڈسٹربنس کی وجہ، اس کا سب سے بڑا پرابلم میں ہوں میں یعنی زیان آفریدی، میری ذات میرا وجود اس کو اس گھر میں نظر نہ آئے تو کوئی پرابلم نہیں ہے اس کو یہاں۔''

''آہستہ بولو بابا جان سو رہے ہیں، وہ اٹھ جائیں گے۔'' بولتے بولتے غصے میں اس کی آواز کافی بلند ہو گئی تھی جب لالہ نے ٹوکتے ہوئے کہا تھا، تو وہ مزید کچھ بولے اپنے غصے پہ قابو پاتا صوفے سے اٹھ گیا اور دروازے سے اندر آتی تجل کو تقریباً دھکا دینے والے انداز میں ایک طرف دھکیل کر آگے بڑھ گیا کھانے کی ٹرے تجل کے ہاتھوں سے گرتے گرتے بچی تھی اور رومان آفریدی جو ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے پورا یقین ہو چلا تھا کہ ان دونوں کے بیچ کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے، کوئی گڑبڑ یقینی ہے۔

''لالہ آپ نے اسلام آباد کب جانا ہے؟''

کھانے کے بعد وہ لالہ کے لئے چائے بنا لائی کیونکہ وہ رات سونے سے پہلے چائے ضرور پیتے تھے، لالہ کو کپ تھماتے اس نے پوچھا تھا۔

''کیوں خیریت۔'' لالہ نے کپ تھامتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔

''کافی ماہ ہو گئے ہیں مجھے وہاں گئے ہوئے میں نے اس لئے پوچھا ہے کہ اگر ایک دو دن تک آپ نے جانا ہو تو مجھے بھی ساتھ لے جائیے گا۔''

اس کی بات سن کر لالہ نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا اور پھر اگلے ہی دن وہ لالہ کے ساتھ اسلام آباد چلی آئی۔

زرش، شہان اور شاہ نیل کو بھی وہ اپنے ساتھ لے آئی تھی کیونکہ ان کے سکول سے بھی چھٹیاں تھیں۔

یہاں آ کر وہ اپنا زیادہ وقت کچن میں گزارتی یا پھر پاپا کے ساتھ ان کی لائبریری میں، وہ خود کو سارا وقت مصروف رکھتی تاکہ اس کا دھیان زیان آفریدی کی طرف نہ جائے مگر رات کو بستر میں لیٹتے دھیان کا منہ زور گھوڑا سرپٹ بھاگتا زیان آفریدی کے خیال پہ ٹھہر جاتا اور وہ ساری رات جاگ کر گزارتی اپنے سارے وہ رویے جو وہ اس کے ساتھ روا رکھتی تھی اور جن کی وجہ سے آج وہ شخص اس سے اس قدر متنفر اس قدر دور ہو گیا تھا، زرش اور شہان لوگ تو اپنے کزنز کے ساتھ بہت انجوائے کر رہے تھے مگر شاہ نیل کچھ چپ چپ سا رہتا تھا، اس وقت بھی سارے بچے لان میں کرکٹ کھیل رہے تھے جبکہ وہ چپ اداس سا بیٹھا دور سے ان کو دیکھ رہا تھا۔

''کیا بات ہے میرا شہزادہ اتنا چپ چپ کیوں بیٹھا ہے۔'' وہ باہر آئی تو اس کو برآمدے کے پلر سے ٹیک لگائے اداس بیٹھے دیکھ کر اس کے پاس بیٹھتے ہوئے دریافت کیا تھا، شاہ نیل کے کام تو وہ کافی عرصے پہلے ہی کرنے لگی تھی اس کے باپ کی دھمکی سے ڈر کے مگر جب سے سارے انکشافات ہوئے تھے تب سے وہ اسے بہت پیارا لگنے لگا تھا اتنا عرصہ فضول میں اتنے چھوٹے بچے سے نفرت کی اب وہ اپنے پچھلے سارے رویوں کا ازالہ کر رہی تھی، اب بھی اس نے شاہ نیل کے گال چومتے دریافت کیا تھا۔

''ام نے اپنے درتب جانا ہے۔'' شاہ نے اس کی بات سن کر اپنی توتلی زبان میں پوچھا تھا۔

''کیوں کیا یہاں مزا نہیں آ رہا ہے میرے پرنس کو، یہاں تو اتنے سارے کزنز بھی ہیں آپ

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

بھی ان کے ساتھ کھیلا کرو، دیکھنا بہت مزا آئے گا۔'' اس نے ایک بار پھر اس کے سرخ و سفید گال چوم ڈالے۔

''نہیں مجھے پاپا تے پاس جانا ہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ رو پڑا تو اس نے اسے اپنے ساتھ لگاتے اس کے آنسو صاف کیے تھے۔

''او کے آپ روؤ نہیں ہم کل ہی پاپا کے پاس چلے جائیں گے۔'' رات کو ہی اس نے اپنی اور بچوں کی ساری پیکنگ کر لی تھی کیونکہ صرف شاہ نیل ہی نہیں اپنے باپ کو مس کر رہا تھا اسے بھی اپنا وہ روٹھا روٹھا سا ہم سفر بہت یاد آتا تھا۔

☆☆☆

حویلی پہنچتے ہی جو خبر اس کی منتظر تھی اس نے سجل آفریدی کے قدموں تلے سے زمین کھینچ لی تھی، وہ خالی خالی نگاہوں سے ریشم کا چہرہ دیکھے جا رہی تھی یہ سوچتے ہوئے کہ کوئی عورت اس حد تک بھی گر سکتی ہے جتنا پری گل گر گئی تھی، اسے خاموش پا کر ریشم مزید بولی تھی۔

''ویسے بی بی چھوٹے خاناں کو ایسے نہیں کرنا چاہیے تھا پری گل کی دادی نے برسوں اس حویلی کے مکینوں کی خدمت کیا ہے اور یہ صلہ دیا ہے خان نے ان کی خدمتوں کا کہ ان کی پوتی کی عزت پہ ہی ہاتھ ڈال دیا۔''

''ریشم خدا کے لئے چپ کر جاؤ چپ ہو جاؤ پلیز۔'' اس نے دونوں ہاتھوں س اپنا سر تھامتے ہوئے کہا تھا۔

''ام تو چپ کر جائے گا بی بی ام غریب لوگ کیا بول سکتا ہے، ام تو خود ڈر گیا ہے بی بی ام کو تو اپنا عزت بھی اس حویلی میں محفوظ نہیں لگ رہا ہے، جو کچھ آج پری گل کے ساتھ ہوا وہ کل کو ہمارے ساتھ بھی......''

''شٹ اپ، شٹ اپ ریشم، پلیز چلی جاؤ یہاں سے تنہا چھوڑ دو مجھے۔'' اس نے تقریباً چیختے ہوئے ریشم کو چپ کرایا تھا۔

☆☆☆

مجتبیٰ آفریدی کا فیصلہ سن کر سب اپنی جگہ ساکت ہو گئے تھے، انہوں نے پری گل سے زیان کے نکاح کا فیصلہ کیا تھا۔

''میں تو آپ سے یہی کہوں گا بابا جان ایک بار پھر سوچ لیجئے کیونکہ میرا نہیں خیال کہ زیان ایسا کچھ بھی کر سکتا ہے۔'' رومان لالہ نے مجتبیٰ آفریدی کو ان کے ارادوں سے باز رکھنے کی ایک بار پھر کوشش کی تھی تو بابا جان غصے سے گویا پھٹ پڑے تھے۔

''بس کر دو رومان، چپ ہو جاؤ پلیز تم ایسا اس لئے کہہ رہے ہو کہ وہ تمہارا بھائی ہے مگر اس لڑکی کا بھی تو سوچو وہ بھی تو اسی حویلی میں پل بڑھ کر جوان ہوئی ہے، اس کا کردار بھی تو ہم سے ڈھکا چھپا نہیں ہے وہ کیوں جھوٹ بولنے لگی اور پھر سب کچھ تم نے بھی تو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے زیان کی اتنی رات گئے اس کوارٹر میں موجودگی اس لڑکی کا حلیہ میں کیسے یقین کر لوں کہ میرا بیٹا بے گناہ ہے اور وہ لڑکی جھوٹ بول رہی ہے مجھے تو یہ سوچ سوچ کر شرمندگی ہو رہی ہے کہ میرا خون اتنا گندہ کیسے ہو گیا، اتنے سالوں نے سجل سجل کی رٹ لگائے رکھی اور اب جب سجل مل گئی ہے تو اتنی جلدی اکتا گیا ہے یہ اس سے اور مجھے تو اب سمجھ میں آیا ہے کہ سجل کیوں اس سے شادی سے انکار کرتی تھی اس لئے شاید کہ وہ اس کی فطرت کو ہم سے زیادہ جانتی تھی۔'' غصے میں بولتے بولتے مجتبیٰ آفریدی صوفے پہ ڈھے سے گئے، رومان لالہ بے بسی سے ان کو دیکھ کر رہ گئے تھے، پتا نہیں کیوں ان کا دل کہتا تھا کہ ان کا بھائی ایسا نہیں کر سکتا اور بابا جان کی بات کو بھی وہ رد

نہیں کر سکتے تھے کہ پری گل بھی ان کی آنکھوں کے سامنے اتنے سال اس حویلی میں رہی تھی اس کے کردار کی گواہی بھی وہ دے سکتے تھے، ایسے میں ان کو سمجھ نہ آ رہا تھا کہ کیا کریں مگر جب انہوں نے رات کو زیان کو بابا جان کے ارادوں سے آگاہ کیا تو اسے لگا جیسے اسے جلتے انگاروں پہ ڈال دیا گیا ہو۔

''اس گھٹیا عورت سے نکاح کرنے سے بہتر ہے بابا جان مجھے اپنے ہاتھوں سے شوٹ کر دیں اور بھائی فار گاڈ سیک آپ تو میرا یقین کیجئے اس گھٹیا عورت نے مجھے پھنسایا ہے۔'' بے بسی سے لالہ کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بولا تھا۔

''مجھے تو تم پہ پورا یقین ہے یار مگر بابا جان کو کون سمجھائے وہ تمہارا یقین کرنے کو تیار نہیں انہوں نے جو کچھ اس رات سرونٹ کوارٹر میں دیکھا ہے میرا نہیں خیال کہ وہ تمہیں بے گناہ مانیں گے۔'' لالہ نے بے بسی کا اظہار کیا۔

''کتنی بار بتا چکا ہوں کہ اس ذلیل عورت نے خود بلایا تھا مجھے وہاں یہ کہہ کر اس کی دادی کی حالت بہت خراب ہو گئی اور اسے ہاسپٹل لے کر جانا ہے اب مجھے کیا خبر تھی کہ اس کی دادی حویلی میں نہیں ہے وہ تو جب اس نے میرے اندر آنے کے بعد کپڑے پھاڑ کر شور مچانا شروع کر دیا میں تو تب سمجھا تھا اس کی پلاننگ اور ویسے بھی بھائی آپ تو مجھے اچھی طرح جانتے ہیں نا کیا آپ کو لگتا ہے کہ میں ایسا کر سکتا ہوں۔'' آخر میں اس نے رومان لالہ کے ہاتھ تھام کر بھیگے لہجے میں کہا تھا تو رومان آفریدی نے ایکدم اس کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

''مجھے تمہارے کردار پہ کوئی شک نہیں یار مگر بابا جان کی بات بھی تو رد نہیں کی جا سکتی کہ پری گل بھی تو یہیں اسی حویلی میں جوان ہوئی ہے وہ

اچھی کتابیں
پڑھنے کی عادت ڈالیں

ابن انشاء

☆ اردو کی آخری کتاب ....
☆ خمار گندم ....
☆ دنیا گول ہے ....
☆ آوارہ گرد کی ڈائری ....
☆ ابن بطوطہ کے تعاقب میں ....
☆ چلتے ہو تو چین کو چلیے ....
☆ نگری نگری پھرا مسافر ....
☆ خط انشاء جی کے ....
☆ اس بستی کے اک کوچے میں ....
☆ چاند نگر ....
☆ دل وحشی ....
☆ آپ سے کیا پردہ ....

ڈاکٹر مولوی عبد الحق

☆ قواعد اردو ....
☆ انتخاب کلام میر ....

ڈاکٹر سید عبد اللہ

☆ طیف نثر ....
☆ طیف غزل ....
☆ طیف اقبال ....

لاہور اکیڈمی
چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37321690, 3710797

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

کیسے جھوٹ بول سکتی ہے اور اگر واقعی وہ جھوٹ بول رہی ہے تو بھی اس نے ایسی سچوئشن بنا دی تھی اس دن کہ بابا جان کی جگہ کوئی بھی ہوتا وہ تمہیں ہی بے گناہ مانتا ایسے میں مجھے بتاؤ میں کیسے بابا جان کے سامنے تمہیں بے گناہ ثابت کروں، میں کئی بار کوشش کر چکا ہوں اس یقین کے ساتھ کہ تم ایسا نہیں کر سکتے۔'' رومان لالہ نے انتہائی بے بسی سے کہا تھا اور ان کی بات سن کر وہ غصے سے ان کو خود سے پرے دھکیلتے کمرے سے نکل گیا پیچھے وہ آوازیں دیتے رہ گئے لالہ کے کمرے سے نکلنے کے بعد وہ گاڑی لے کر حویلی سے ہی نکل آیا، پورا ہفتہ وہ حویلی نہیں گیا تھا اس دوران لالہ کی کئی کالز آ چکی تھیں مگر وہ ہر بار بات کیے بغیر کال کاٹ دیتا۔

☆☆☆

رومان آفریدی کتنی دیر سے اسے فون کر رہے تھے مگر وہ ہر بار ان کی کال کاٹ رہا تھا تنگ آ کر اس نے فون سائیڈ ٹیبل پہ پٹخ دیا۔

''کس کا فون ہے اور تم بات کیوں نہیں کر رہے۔'' اس کے دوست حسن نے پوچھا تھا جس کے فارم ہاؤس پہ وہ آج کل ڈیرے ڈالے ہوئے تھا۔

''کوئی رونگ کال ہے اور تم سناؤ بھابھی کی طبیعت اب کیسی ہے؟'' اس نے بات بدل دی تھی۔

''اب تو کافی بہتر ہے ایک دو دن تک چھٹی مل جائے گی۔'' حسن کچھ دیر اس کے پاس بیٹھ کر سونے چلا گیا تو اس نے لیٹے لیٹے سائیڈ ٹیبل پہ پڑے موبائل کی طرف دیکھا تھا لالہ کی کال آنا بند ہو چکی تھی اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھا لیا اس وقت میسج ٹون بجی تھی، اس نے میسج پڑھا تھا۔

Plz attend my call' ''
there is a great news for
you-''

''پلیز میری کال اٹینڈ کرو تمہارے لئے ایک بڑی نیوز ہے۔'' میسج پڑھنے کے بعد کچھ دیر موبائل ہاتھ میں پکڑے وہ سوچتا رہا کہ کیا کرے لالہ کی کال ایک بار پھر آ رہی تھی پھر کچھ سوچ کر اس نے ریسونگ بٹن پش کر کے فون کان سے لگا لیا۔

''جی فرمایئے اب کیا یہ بتانے کے لئے فون کیا ہے کہ بابا جان نے اس کمینی عورت کے ساتھ میرا نکاح کی ڈیٹ فکس کر دی ہے۔'' اس نے چھوٹتے ہی طنز کیا تھا۔

''جی نہیں جناب بلکہ یہ بتانے کے لئے فون کیا ہے کہ اس گھٹیا عورت کو حویلی سے رخصت کر دیا گیا ہے وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے، آج کے لئے اتنا ہی کافی ہے مزید اپ ڈیٹ کے لئے آپ کو حویلی تشریف لانا ہو گا شب بخیر۔'' لالہ نے نیوز کاسٹر کے سے انداز میں اپنی بات پوری کرتے ہی کال ڈسکنیکٹ کر دی۔

تو وہ بے یقینی سے کتنی ہی دیر تک موبائل کو گھورتا رہا اس سوچ کے ساتھ کہ ایسا کس طرح ہو گیا اس کے بعد اس نے کئی بار لالہ کے نمبر پہ ٹرائی کیا مگر وہ اس کی کال اٹینڈ نہیں کر رہے تھے وہ رات اس نے بہت مشکل سے کروٹیں بدلتے گزاری تھی اور اگلی صبح وہ حویلی میں موجود تھا۔

''ویسے لالہ مجھے ابھی تک ایک بات کی سمجھ نہیں آئی کہ جب پری گل کی دادی کو پتہ تھا کہ اس کی پوتی جھوٹ بول رہی ہے تو اتنے دن خاموش کیوں رہی اس نے اس وقت بابا جان کو سچ کیوں نہ بتایا جب بابا جان میرے اور اس کی

پوتی کے نکاح کی بات کر رہے تھے اب اچانک کیسے اس نے اپنی لاڈلی پوتی کے کرتوت بابا جان کے سامنے کھول کر رکھ دیئے۔'' وہ واقعی حیران تھا کہ پری گل کی دادی کو پہلے بابا جان کو سچ بتانے کا خیال کیوں نہ آیا، اب اچانک یہ سب کیسے ہو گیا یہ بات اس سے ہضم نہ ہو پا رہی تھی ایک ہفتہ سے زیادہ ہو گیا تھا پری گل کو دفعان ہوئے اور اسے عرصے میں وہ یہ سوال کتنی ہی بار لالہ سے کر چکا تھا۔

''یار یہ بات تم مجھ سے نہیں بلکہ اپنی بیگم سے پوچھنا۔'' لالہ اس کے برابر بیٹھتے ہوئے بولے تو اس نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا تھا۔

''یقین نہیں آ رہا نا بالکل ایسے ہی میں بھی کافی شاکڈ ہوا تھا کہ جب وہ تمہیں اتنا ناپسند کرتی ہے تو پھر تمہیں بے گناہ ثابت کرنے کے لئے اتنی تگ و دو کیوں کر رہی ہے اور اس وقت تو میں اور بھی حیران ہوا جب اس نے تمہیں بے گناہ ثابت کرنے کے لئے بابا جان کے سامنے یہ تک کہہ دیا کہ جس شخص نے اپنی قانونی اور شرعی بیوی کو اس کی مرضی کے بغیر آج تک ہاتھ نہیں لگایا وہ کسی دوسری لڑکی کے ساتھ زبردستی کیسے کر سکتا ہے۔'' رومان لالہ نے مسکراتے ہوئے بتایا تھا لالہ کی بات پہ وہ اچھل کر صوفے سے اٹھا تھا۔

''کیا، کیا کہا اس نے بابا جان سے میرا مطلب ہے کہ اس نے یہ سب فضول بکواس بابا جان کے سامنے کر دی۔'' غصے اور خفت کے ملے جلے تاثرات سمیت اس نے لالہ سے پوچھا تھا تو لالہ اس کا لال لال چہرہ دیکھ کر شرارت سے مزید بولے تھے۔

''اوہو میرے بھائی اس میں اتنا غصہ کرنے کی کیا ضرورت ہے، اس بیچاری نے تو تمہیں سزا سے بچانے کے لئے یہ سچ بابا جان کے سامنے بولا تمہیں تو اس کا احسان مند ہونا چاہیے۔''

''بیچاری شکریہ، اوکے اوکے شکریہ تو میں اس بیچاری کا ایسے ادا کروں گا کہ آپ کی وہ بیچاری ساری عمر یاد رکھے گی۔'' لالہ کی مسکراتی نگاہیں اس کو مزید غصہ دلا رہی تھیں۔

''آپ کو میں بعد میں پوچھتا ہوں پہلے ذرا آپ کی اس بیچاری سے نمٹ لوں۔'' صوفے پہ پڑا کشن غصے سے لالہ کی طرف اچھال کر وہ اٹھ گیا، پیچھے رومان لالہ یہ سوچ کر مطمئن بیٹھے تھے کہ اب ان دونوں کے بیچ نفرتوں کے سائے دھندلا گئے تھے، ان کا بھائی تو پہلے بھی اس لڑکی کا دیوانہ تھا اور اب تو بجل بھی پورے دل سے اس کی محبت پہ ایمان لا چکی تھی۔

☆☆☆

وہ بچوں کے کمرے میں زرش کے بیڈ پہ لیٹی ان کو کوئی سٹوری سنا رہی تھی اس کے ایک طرف شہان اور ارسل اور دوسری طرف زرش اور شاہ نیل بیٹھے پورے انہماک سے سٹوری سن رہے تھے جب ایکدم دھڑ کی آواز سے دروازہ کھلا تھا بجل نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے زیان کو کڑے تیوروں کے ساتھ پا کر اس کی جان لرز گئی تھی، وہ لب بھینچے کھڑا کچھ دیر اسے گھورتا رہا پھر آگے بڑھ کر اس کی کلائی تھام کر ایک جھٹکے سے اس کو بیڈ سے اٹھایا تھا اور دروازے کی سمت بڑھا۔

''مجھے تم سے کوئی بات کرنی ہے۔'' دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے کہا تھا بجل آفریدی کے بکھرتے حواس ایک دم چوکنا ہوئے تھے، اس نے زیان کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا تھا۔

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

''آپ کو جج...... جو بات بھی کرنا ہے یہیں بول دیں میں سن رہی ہوں۔'' زیان نے اس کی بات جیسے سنی ہی نہ تھی اس طرح اس کا بازو تھامے تقریباً گھسیٹتے ہوئے اپنے کمرے میں لایا تھا۔

''اب بولو بابا جان کے سامنے تم نے کیا بکواس کی تھی۔'' اسے بیڈ پہ دھکا دے کر دروازہ بند کر کے پلٹتے ہوئے اس نے غصے سے پوچھا تھا تو ڈر کے مارے سجل آفریدی کی زبان گویا تالو سے جا چپکی تھی، تو اسے خاموش دیکھ کر اسے مزید غصہ آیا تھا۔

''تمہاری جرأت کیسے ہوئی کہ تم بابا جان کے سامنے اپنے اور میرے رشتے کو اس طرح ڈسکس کرو۔'' اس کے سر پہ کھڑا وہ غصے سے دھاڑ رہا تھا، سجل آفریدی نے ایک لمحے کو غصے سے پاگل ہوتے اس شخص کو دیکھا تھا اور اگلے پل چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر رونا شروع کر دیا تو وہ جو غصے کی فل فارم میں آیا ہوا تھا اسے اس طرح روتے دیکھ کر قدرے نرم پڑا تھا۔

''اب رو کیوں رہی ہو، میں نے صرف پوچھا ہی ہے کہ بابا جان کے سامنے اپنی بیہودہ بکواس کرتے تمہیں ذرا شرم نہیں آئی تھی۔'' زیان آفریدی کی بات پہ اس نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا اور غصے سے بولی تھی۔

''آئی تھی، بہت شرم آئی تھی، مگر کیا کرتی اگر ان کے سامنے اپنے اور آپ کے رشتے کا سچ نہ لاتی تو وہ سچ مچ پری گل کے ساتھ آپ کا نکاح کروا دیتے۔'' اس نے ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے آنسو صاف کرتے ہوئے بھیگے لہجے میں کہا زیان کچھ دیر اس کی سمت دیکھتا رہا اس کے سارے انداز بتا رہے تھے کہ دل کا موسم بدل چکا ہے، بدگمانیوں کے سارے بادل چھٹ چکے تھے اور یہ احساس کہ اب سجل آفریدی کے دل میں بھی زیان آفریدی کی محبت کی شمع جلنے لگی ہے نے زیان آفریدی کے دل کو انوکھی مسرت سے ہمکنار کیا تھا مگر وہ دل کی خوشی کو دباتے مصنوعی خفگی سے شرارتی لہجے میں بولا تھا۔

''او تو تم نے مجھے بے گناہ ثابت کرنے کے لئے یہ سب بابا جان کو نہیں بتایا بلکہ اس ڈر سے بتایا کہ کہیں پری گل تمہاری سوتن بن کر حویلی میں نہ آ جائے اور یہ بات تو محترمہ سجل آفریدی کی شان کے خلاف تھی کہ ایک معمولی ملازمہ اس کی سوتن کے روپ میں اس کے برابر رتبہ پا کر حویلی میں آ بسے کیوں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا میں۔'' اپنی انگلی پہ اس کے ریشمی بالوں کی لٹ لپیٹتے ہوئے طنز کیا تھا اور اس کا یہ طنزیہ لہجہ سجل آفریدی کو پرانی جون میں لے آیا تھا اس کا ہاتھ جھٹک کر وہ بیڈ سے کھڑے ہوتے جل کر بولی تھی۔

''جی نہیں مجھے تو اس گھٹیا لڑکی سے کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ میرے یہ سب بتانے سے پہلے ہی اس کی دادی نے بھی بابا جان کو اپنی پوتی کی اصلیت بتا دی تھی، حالانکہ میں نے تو اس کی دادی کو صرف یہ کہا تھا کہ اس کے پاؤں قبر میں ہیں جھوٹ کا ساتھ دے کر وہ اللہ کے پاس کیا منہ لے کر جائے گی اس کا ضمیر جاگ گیا اور اس نے بابا جان کو سب سچ بتا دیا اور مم...... میں نے یہ سب بابا جان کو اس لئے بتایا کہ ان کو آپ کی بے گناہی کا پکا یقین آ جائے وہ یہ نہ سمجھیں کہ پری گل کی دادی میرے کہنے پہ ایسا کہہ رہی ہے، ورنہ مجھے اس لڑکی سے کیا خطرہ کیا تھا، مگر مجھے لگتا ہے کہ آپ کو بہت افسوس ہو رہا ہے کہ اتنی خوبصورت لڑکی آپ کے نکاح میں آتے آتے رہ گئی اور چونکہ یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے تو اب آپ کو مجھ پہ اصل غصہ بھی اس وجہ سے آ رہا ہے۔'' زیان جو مصنوعی غصے سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اس کی آخری بات پہ جل کر گویا کوئلہ ہو گیا تھا۔

''خوبصورت وہ چڑیل خوبصورت ہے مجھے تو وہ کبھی بھی خوبصورت نہیں لگی۔''

''جی نہیں خوبصورت تو وہ واقعی بہت ہے یہ الگ بات ہے کہ نفرت میں انسان کو خوبصورت چہرے بھی بدصورت ہی دکھائی دیتے ہیں۔'' اس کی بات پہ زیان کے چہرے پہ تبسم بکھر گیا تھا، پھر اسی طرح مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

''اب ایسی بات بھی نہیں ہے نفرت تو تم بھی بہت کرتی ہو مجھ سے مگر کبھی ایک لمحے کو بھی مجھے بدصورت تو نہیں لگی آج تک۔''

''ہاں تو وہ اس لئے نا کہ وہ ساری نفرت میری طرف سے تھی آپ تو ہمیشہ مجھ سے محبت ہی......'' بولتے بولتے اسے ایکدم احساس ہوا تھا کہ وہ کیا بولے جا رہی تھی تبھی وہ ایکدم چپ ہو گئی تھی اور پھر کافی دیر تک وہ خاموش بیٹھی بیڈ پہ لائنیں لگاتی رہی بولنے کے الفاظ ہی نہ مل رہے تھے۔

''تھینکس گاڈ تمہیں اس بات کا یقین تو ہوا کہ میں ہمیشہ سے تم سے محبت کرتا تھا ورنہ مجھے تو لگتا تھا کہ وہ دن میری زندگی میں کبھی نہیں آ سکتا جب تم میری محبت کی شدتوں کو سمجھو گی، تمہاری نفرتوں کو سہتے کئی بار دل میں خیال آتا تھا کہ خود کو ختم کر لوں خاص کر تب جب تم نے میرے مقابلے میں لالہ سے شادی والی بکواس کی تھی۔'' اس کی بات پہ سجل نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

''اچھا اب بس بھی کر دیں جو گزر گیا وہ گزر گیا اور گزرے وقت کو ہم چاہ کر بھی واپس نہیں لا سکتے اگر وقت واپس لایا جا سکتا ہوتا تو میں ان لمحوں کو ضرور واپس لے آتی جن میں، میں نے اس گھٹیا لڑکی کی باتوں پہ یقین کیا تھا کہ اس کی بہن لالہ گل نے آپ کی وجہ سے خودکشی کی ہے۔''

اس کی آخری بات زیان آفریدی ایک دم اس کے سامنے بیڈ پہ بیٹھا تھا۔

''کیا خودکشی لالہ گل نے پری گل نے تمہیں بتایا اور تم نے اس وجہ سے مجھ سے اتنے سال نفرت کی اور مائی گاڈ۔'' زیان نے تاسف سے سر ہلاتے اس کی سمت دیکھا تھا، تب اس نے ساری بات اسے بتا دی اسے حیرت سے بیٹھا دیکھ کر پھر بولی۔

''اچھا اب چھوڑیں اس بات کو میں نے کہا نا جو وقت گزر گیا ہے وہ واپس نہیں لایا جا سکتا مگر آنے والے وقت میں آپ مجھے ہر لمحہ ہر پل اپنے ساتھ پائیں گے چاہے کوئی پری گل کچھ بھی کر لے مجھے آپ سے دور نہیں کر سکتی۔'' اس نے آنکھوں میں نمی لئے زیان کے ہاتھ تھامتے ہوئے اس آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا جہاں اس کے لئے محبت ہی محبت تھی اور وہ کتنی پاگل تھی آج تک کسی کے بہکاوے میں آ کر اس محبت کو سمجھ ہی نہ سکی، مگر اب اس شخص کے ہاتھوں میں ہاتھ دیئے وہاں بیٹھے اس نے دل میں عہد کیا تھا آئندہ کبھی وہ اس کی محبت سے بدگمان نہ ہو گی، محبتیں اپنا آپ منوا لیتی ہیں اور زیان آفریدی کی محبت نے بھی سجل آفریدی کی نفرتوں کو آج مات دے دی تھی۔

☆☆☆

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/